POSTED ON 26 Jan. 2009 AT DELHI R.M.S. LICENCE NO. U (D.N.) 41/2006-08 TO POST WITHOUT PRE PAYMENT PAGES-8. ● قیمت=/Rs.5

**فتاویٰ علامہ محمد اسماعیل گوجرانوالہ رحمۃ اللہ علیہ**

تقدیم: شیخ الحدیث، مولانا محمد الاعظمی حفظہ اللہ

برصغیر کے نامور عالم دین علامہ محمد اسماعیل گوجرانوالہ کے فتاویٰ واستفسارات کا نادر اور اہم مجموعہ، یہ مجموعہ فتاویٰ مفتی حضرات اور عام اہل علم کے لئے یکساں مفید اور رہنمائی کی قوت رکھتا ہے، دوسری طرف اس میں دینی و علمی مسائل کو کتاب وسنت کی روشنی میں جس شگفتگی اور خوش اسلوبی سے حل کیا گیا ہے، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ یہ فتاویٰ درحقیقت مجموعہ فتاویٰ کے علاوہ ایک اہم علمی اور تحقیقی تحفہ ہے۔ ☆صفحات مجلد 256 ☆قیمت -/Rs.120

Maktaba Al-Faheem مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road Sadar Chowk Maunath Bhanjan (U.P.) 275101
Ph: 0547-2222013 (S) 2520197 (R) Mob.9889123129/9236761926

"اس شخص سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔" (قرآن)

# دعوت
سہ روزہ
نئی دہلی

Financial Help Available for Popularizing Computer Literacy

**کمپیوٹر تعلیم عام کرنے کیلئے مالی تعاون**

Centre for Studies on Science کمپیوٹر تعلیم عوام تک پہنچانے کے لئے اسکولوں، مدرسوں، غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) اور ایسے متحرک افراد کو قومی سطح پر مالی تعاون فراہم کررہا ہے جو کمپیوٹر لٹریسی کی ہماری قومی مہم میں حصہ دار بننا چاہتے ہیں۔ تعاون کیونکہ محدود ہے اس لئے دلچسپی رکھنے والے افراد یا ادارے جو ملک کے کسی بھی حصہ سے تعلق رکھتے ہوں فوراً رابطہ قائم کریں۔ Coordinator کے نام پہلے آنے والی درخواستوں کو ترجیح دی جائے گی۔

CSOS Computer Literacy Initiative
Centre for Studies on Science
Darul Fikr, The Main Road, Iqra Colony, New Sir Syed Nagar, Aligarh-202002, Ph.: 0571- 2401209, E-mail: shabasar@yahoo.com

● جلد: ۵۷ ● شمارہ: ۱۰ ● ۲۸ر جنوری ۲۰۰۹ء ● 28 Jan. 2009 ● بدھ ● یکم صفر المظفر ۱۴۳۰ھ ● قیمت=/Rs.5 ● سعودی عرب اور دیگر خلیجی ملکوں کیلئے ۲ر ریال ● Posting: 26Jan. 2009 Monday ●

# داڑھی سے متعلق ضابطہ میں یکسانیت ہونی چاہئے

گزشتہ دنوں مرکزی حکومت نے فوج میں مسلم فوجیوں کے داڑھی رکھنے کے مسئلے پر سپریم کورٹ میں ایک ایسا غیر دانشمندانہ جواب داخل کردیا جس سے یہ مسئلہ حل ہونے کے بجائے اور بھی الجھ گیا اور ایک نیا تنازعہ کھڑا ہوگیا۔ دراصل سپریم کورٹ میں ہندوستانی فضائیہ کے ایک افسر آفتاب احمد کی ایک عرضی زیر سماعت ہے جس میں عرضی گزار نے داڑھی رکھنے سے باز رہنے کے اپنے اعلیٰ افسران کے حکم کو چیلنج کیا ہے اور اسے اپنے مذہبی حقوق کی ادائیگی سے محروم کئے جانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ ویسے تو یہ معاملہ کافی پرانا ہے اور کورٹ میں بھی طویل عرصے سے زیر سماعت ہے۔ دراصل انڈین ایئرفورس کے مذکورہ ملازم کو مذکورہ ہدایت ۲۴ر فروری اور یکم اپریل ۲۰۰۳ء ہی کو دی گئی تھی۔ اس وقت یہ معاملہ سپریم کورٹ کی ایک بنچ کے سامنے ہے۔ اسی بنچ نے اس معاملے میں گزشتہ برس ستمبر میں مرکزی حکومت سے جواب طلب کیا تھا اور مرکزی حکومت نے ایسا جواب داخل کیا کہ ایک نیا تنازعہ کھڑا ہوگیا۔ حکومت نے اپنے جواب میں یہ بات کہہ دی کہ داڑھی رکھنا مسلمانوں کے مذہب میں ضروری نہیں ہے اور حکومت نے صرف ان ہی افراد کو داڑھی رکھنے اور بال بڑھانے کی اجازت دی ہے جن کے مذہب میں ایسا کرنا ضروری ہے۔

مرکزی حکومت نے داڑھی کے مسئلے کو فرض، واجب اور سنت کی فقہی بحث میں الجھا کر یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسے رکھنا مسلمانوں کے لئے ضروری نہیں ہے جبکہ یہ سراسر مذہبی اور حساس مسئلہ ہے۔ اس کی حیثیت کیا ہے اس کا فیصلہ حکومت نہیں شریعت کرتی ہے اور شریعت یہی کہتی ہے کہ یہ شعائر اسلام میں شامل ہے۔ اگر کوئی مسلمان داڑھی نہیں رکھتا ہے یا دیگر عبادات ادا نہیں کرتا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اس کو مثال بنا کر اس کا اطلاق شریعت اور شرعی مسائل پر نہیں ہوسکتا، مرکزی حکومت کو شرعی بحثوں میں الجھنے اور واجب و سنت میں پڑنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس کی مذکورہ غلطی سے مسئلہ حل ہونے کے بجائے اور بھی الجھ گیا۔

دراصل غلطی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ فوج اور پولیس میں داڑھی کو ڈسپلن میں شامل کرلیا گیا اور اسی نقطۂ نظر سے اسے دیکھا جاتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ داڑھی رکھنے سے نہ تو ملک کی حفاظت اور ڈیوٹی کے فرائض انجام دینے میں کوئی دشواری ہوتی ہے اور نہ ہی یہ ڈسپلن کا کوئی مسئلہ ہے کیونکہ اگر بات ایسی ہوتی تو سکھوں کو بھی اس کی اجازت نہیں ہوتی اور وہ بھی داڑھی رکھ کر فوج اور پولیس میں موجود نہ رہتے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے حکومت کی یہ بات مان بھی لی جائے کہ مسلمان خود اپنے عمل سے یہ ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ ان کے مذہب میں داڑھی رکھنا ضروری نہیں تو یہ بات سکھوں پر بھی صادق آتی ہے، سکھوں کی بھی ایک بڑی تعداد داڑھی نہیں رکھتی جب ان کا یہ عمل ان کا مذہب نہیں بنتا تو اسلام کے بارے میں حکومت یہ بات کیسے کہہ سکتی ہے۔

یہ سراسر مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت اور ان کو مذہبی حقوق سے محروم کرنے کی سازش ہے۔ اس سلسلے میں لاء کمیشن کے رکن پروفیسر طاہر محمود کا یہ بیان کافی اہمیت رکھتا ہے کہ حکومت کو اتنے حساس مسئلہ میں عدالت میں کوئی جواب داخل کرنے سے پہلے لاکمیشن سے مشورہ کرلینا چاہئے تھا کیونکہ بات صرف مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت کی نہیں ہے بلکہ کسی مسلم فوجی کو اس کی خواہش کے خلاف داڑھی نہ رکھنے پر مجبور کرنا حقوق انسانی کے بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی بھی ہے۔ ہمارا دستور ہر شہری کو اپنے مذہب پر چلنے کی مکمل آزادی دیتا ہے اور دستور میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ بنیادی حقوق پر پابندی صرف مفاد عامہ، صحت اور اخلاق کی بنیاد پر ہی عائد کی جاسکتی ہے اور داڑھی رکھنے سے ان میں سے کوئی چیز متاثر نہیں ہوتی۔

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بار بار کورٹ کے ذریعے مسلمان فوجیوں اور پولیس والوں کی داڑھی کا مسئلہ حل ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اس پر تنازعہ کھڑا کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل آسام رائفلز میں مسلم فوجی حیدر علی کا معاملہ سامنے آیا تھا اور اس کے حق میں خود سپریم کورٹ نے فیصلہ سنایا تھا۔ ہریانہ پولیس میں بھی ایک مسلم سپاہی کو داڑھی رکھنے سے روکنے کی ہدایت دی گئی جسے سپریم کورٹ نے ہی کالعدم قرار دیا تھا اور مسلم سپاہی کے حق میں فیصلہ سنایا تھا۔ غرضیکہ ایسے فیصلے کورٹ سے بار بار آتے رہتے ہیں پھر بھی وہ مستقبل کے لئے نظیر نہیں بنتے۔ حیرت ہے کہ افواج میں مذہبی تفریق کی جاتی ہے۔ سکھوں کو داڑھی رکھنے کی اجازت دی جاتی ہے اور مسلمانوں کو روکا جاتا ہے۔ ان کے احساسات اور مطالبات سنے نہیں جاتے۔ فوج اور پولیس میں ڈسپلن کے نام پر بار بار مسلمانوں کے لئے داڑھی کا تنازعہ کھڑا کرنا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ فورسیز میں مسلمانوں کی حوصلہ شکنی جاری ہے جو اپنے مذہب کے مطابق داڑھی رکھ کر ملازمت کرنا چاہتے ہیں۔ مرکزی حکومت نے فوج میں مسلمانوں کے داڑھی رکھنے کے معاملے میں جو دلیل دی وہ گمراہ کن اور شریعت سے عدم واقفیت کا نتیجہ تو ہے ہی اس کے ساتھ ہی اس میں بھی کسی کی سازش لگتی ہے۔ اسلام میں کیا فرض ہے، کیا واجب اور کیا سنت ہے۔ یہ مسلمانوں کا اپنا مذہبی معاملہ ہے، اس سے حکومت کو کیا لینا دینا، کیا اب حکومت مسلمانوں کو یہ بتائے گی کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب کے مطابق کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے؟ اگر حکومت کے مطابق داڑھی رکھنا سنت ہے تب بھی وہ مسلمانوں کو اس سے کیسے روک سکتی ہے؟ مسلم تنظیموں، علماء و دانشور خصوصاً مسلم پرسنل لا بورڈ کو اس معاملے پر قانونی لڑائی لڑنے کے لئے آگے آنا چاہئے کیونکہ اب بات صرف فوج یا پولیس میں داڑھی یا ڈسپلن کی نہیں ہے بلکہ شرعی مسائل کی توضیح ملکی قانون کے مطابق کی جارہی ہے جو بہت خطرناک رجحان ہے۔ اگر مسلمانوں کے مذہبی امور میں مداخلت کو فوراً ہی نہیں روکا گیا تو مستقبل میں اس کے خطرناک اثرات مرتب ہوں گے۔ اس مسئلے کا ایک نہایت خطرناک پہلو یہ ہے کہ فوج کے اندر اس مسئلے کو کھڑا کرکے کس رجحان کو پروان چڑھایا جارہا ہے؟ کیا اس سے فوج کے اندر رائے زنی اور ایک سوچ پیدا ہونے سے کوئی کسی کو روک سکتا ہے؟

(ص ن)

# نئے امریکی صدر نے اپنی ترجیحات واضح کردیں

افریقی نژاد امریکی شہری بارک 'حسین' اوبامانے ۲۰ر جنوری کو ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ۴۴ویں صدر کا عہدہ سنبھال لیا، اتفاق یہ کہ یہی دن مشہور سیاہ فام لیڈر مارٹن لوتھر کنگ جونیئر کا یادگار دن بھی تھا۔ یوں ۲۰ر جنوری ۲۰۰۹ء کو مارٹن لوتھر کنگ جونیئر کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور ایک سیاہ فام نے قصرابیض میں نہ صرف قدم رکھا بلکہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی زمام کار سنبھالی اور پہلا سیاہ فام امریکی صدر بنا، اوباما جن حالات میں امریکہ کے صدر بنے ہیں قدرتی طور پر دنیا کو ان سے بہت سی امیدیں وابستہ ہوگئی ہیں، رخصت ہونے والے صدر نے ان کے لئے جو تحفہ اور وراثت چھوڑی ہے اور نتیجے کے طور پر انہیں جن چیلنجوں کا سامنا ہے دنیا اس کی منتظر ہے کہ وہ اس سے کس طرح نبرد آزما ہوتے ہیں اور ان پر جو بھاری ذمہ داریاں آپڑی ہیں ان سے کیسے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ دنیا کو ان سے یوں ہی امیدیں وابستہ نہیں ہوگئی ہیں۔ یہ کچھ تو حالات کی دین ہے اور کچھ خود انہوں نے جگائی ہیں، صدر جارج ڈبلیو بش کا آٹھ سالہ دور حکومت امریکہ کے لئے رسوائیوں کے جمع کرنے کا دور ثابت ہوا۔ صدر جارج ڈبلیو بش کے اس آٹھ سالہ دور حکومت میں امریکہ کے حصے میں نفرتیں زیادہ آئیں محبتیں بہت کم آئیں بلکہ سچی بات یہ ہے کہ یہ خانہ خالی رہا۔ انھوں نے اپنے اور امریکہ کے دشمن زیادہ بنائے دوست بہت کم پیدا کئے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ امریکہ کے نامقبول ترین صدر بن کر رخصت ہوئے اور امریکہ کی ساکھ کو بھی بری طرح متاثر و مجروح کیا۔ انھوں نے پوری دنیا کو میدان جنگ میں تبدیل کردیا تھا اور جب وہ رخصت ہوئے ہیں تو حالت یہ تھی کہ ہر چہار جانب سے آگ کے شعلے اٹھ رہے تھے۔ امریکہ کی طاقت کا رعب بھی جاتا رہا تھا۔ منتظر زیدی کا واقعہ اس کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ مسلم دنیا میں تو ان کے اور امریکہ کے لئے نفرت پائی ہی جاتی تھی۔ مسلم دنیا کے علاوہ بھی جو دنیا ہے وہاں بھی ان کے لئے احترام کا جذبہ نہیں پایا جاتا تھا۔ یورپ، لاطینی امریکہ، افریقہ اور ایشیا ہر جگہ امریکہ کے تئیں محبت و احترام کا جذبہ مفقود ہوگیا تھا۔ کہیں نفرت تو کہیں خوف پایا جارہا تھا۔ اس نفرت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ خود امریکی قوم خوف کی نفسیات کا شکار ہوچکی تھی لہٰذا صدر بش اپنے گھر میں بھی ناپسندیدہ و نامقبول ہوچکے تھے۔ ایسے حالات میں امریکہ میں اقتدار کی تبدیلی عمل میں آئی ہے۔ امریکہ نے دنیا کو انہی کے دور حکومت میں ایک دوسری سخت الجھن یعنی مالیاتی بحران سے بھی دوچار کردیا۔

امریکہ کا صدارتی انتخاب ایسے حالات میں منعقد ہوا، صدر بارک اوباما نے جس طرح اپنی صدارتی مہم چلائی اور امریکی عوام کے سامنے اپنا ایجنڈا رکھا اس میں انہیں کشش محسوس ہوئی، جس کی وجہ سے وہ امریکی عوام کی امیدوں کا مرکز بن گئے۔ لیکن یہ محض ان کے ایجنڈے کی کشش کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ امریکی عوام کی تبدیلی کی شدید خواہش تھی جو ان کی بھاری اکثریت سے کامیابی کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ اس کی زبردست کامیابی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ امریکی عوام تبدیلی چاہتے تھے۔ وہ بش کی وراثت سے چھٹکارا چاہتے تھے، اقوام عالم میں امریکہ کی گرتی ہوئی ساکھ سے وہ بھی پریشان ہو اٹھے تھے، ایسی صورت میں انہیں یعنی امریکی عوام کو صدر بارک اوباما کے حالات کے جائزے (تجزیے) میں جان محسوس ہوئی اور انہیں مسٹر اوباما کے نسخے میں شفا کا سامان نظر آیا، جب انھوں نے یہ کہا کہ امریکہ نے عراق میں اپنی ٹانگ پھنسالی ہے وہاں اسے جو خفت اٹھانی پڑرہی ہے اس کی وجہ سے اس کی ساکھ مجروح ہورہی ہے اور جو اعتبار قائم تھا اسے ٹھیس لگ رہی ہے لہٰذا اسے عراق سے نکل جانا چاہئے تو امریکی عوام کو لگا کہ مسٹر اوباما ایک حقیقت پسند انسان ہیں۔ وہ نہ صدر بش کی طرح محض مہم جو ہیں اور نہ صرف نعروں کے سہارے جینا جانتے ہیں۔ انھوں نے جب یہ کہا کہ امریکہ کو مفاہمت کا راستہ اختیار کرنا چاہئے اور گرتی ہوئی معیشت کو سنبھالنے پر زیادہ توجہ دینی چاہئے تو اس میں عوام کو وزن محسوس ہوا۔ انھوں نے جب اس پر زور دیا کہ امریکہ کو رسوائی سے بچنا چاہئے اور ایسے تمام کاموں سے پرہیز کرنا چاہئے جو رسوائی کا سبب بنتے ہیں تو اس کو بھی درست خیال کیا گیا، جب انھوں نے یہ کہا کہ اصل خطرہ صدام حسین نہیں بلکہ اصل خطرہ القاعدہ ہے لہٰذا اس پر زیادہ توجہ دینی چاہئے اور توانائی صرف کرنی چاہئے تو امریکی عوام کو لگا کہ مسٹر اوباما کی بات حقیقت سے زیادہ قریب ہے اور عراق کا محاذ بش کی انا کا سوال بنا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی عوام نے دل کی گہرائیوں سے ان کا ساتھ دیا اور بھاری اکثریت سے کامیابی دلائی۔ اس طرح وہ امریکہ کے پہلے سیاہ فام صدر بن گئے۔

انھوں نے اپنے عہدے کا حلف لینے کے بعد جو پہلی تقریر کی اس میں انھوں نے اپنی ترجیحات کو اجمالاً بیان کردیا۔ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی اس تقریر میں گھن گرج نہیں تھی۔ نہ نعرے بازی تھی بلکہ انھوں نے ان اصطلاحات سے بھی پرہیز کیا جس کے لئے ان کے پیشرو صدر بش کا آٹھ سالہ دور مشہور تھا، لیکن دھیمے لہجے میں انھوں نے تقریباً وہ

باقی صفحہ ۵ پر

## بلاتبصرہ

بارک اوباما نے الیکشن سے پہلے کی اپنی تقریروں میں یہ بات کہی تھی کہ مسئلہ کشمیر کو تیسرے فریق کی مدد و مداخلت کے ذریعے حل کرایا جاسکتا ہے۔ برطانوی وزیر خارجہ ڈیوڈ ملی بینڈ نے اس مسئلے پر جو تبصرہ کیا ہے اس میں اسی لائن کو اختیار کیا گیا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ یہ لندن کی سوچی سمجھی رائے کے عین مطابق ہے جس کا بار بار اظہار ہوتا رہا ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو ہندوستان کا امریکہ اور برطانیہ سے یہ درخواست کرنا کہ انہیں پاکستان پر دباؤ ڈالنا چاہئے تاکہ وہ اپنی سرزمین کو دہشت گردوں کے ذریعے استعمال نہ ہونے دے غلط نشانے پر تیر اندازی کے مترادف ہے۔ میرے خیال میں تو اس کا الٹا اثر پڑے گا اور مغربی طاقتیں الٹا ہندوستان سے یہ مطالبہ کریں گی کہ اس مسئلہ کشمیر کو ان کی مدد سمیت تمام قضیہ طلب امور اور اپنے مسائل کو دوطرفہ سطح پر حل کرے اور یہ ہندوستان اور پاکستان دونوں کے حق میں ہوگا۔ دونوں ملکوں کے امن پسند افراد کی کوششیں اس سلسلے میں ایک مثبت قدم ہے اور صحیح سمت میں ہے۔

اے وی نارائن، تروچی

دی ہندو، ۲۴ر جنوری ۲۰۰۹ء

# خبر ونظر

## نئے امریکی صدر کے دو الفاظ

رجنوری کو امریکی صدارت کی تقریب حلف برداری میں اوبامہ کے دو الفاظ نے دو حلقوں کو خاص طور سے اپنی طرف متوجہ کیا۔ ایک لفظ تھا ''حسین'' اور دوسرا ''ہندو''۔ بائبل پر ہاتھ رکھ کر حلف لیتے ہوئے اوبامہ نے اپنا وہی نام دہرایا جو بچپن سے چلا آرہا ہے ''میں بارک حسین اوبامہ......''۔ دنیا بھر کے مسلم حلقوں بالخصوص مشرق وسطیٰ میں اس پر خاص جوش دیکھا گیا نیز امریکیوں کو بھی یہ پیغام پہنچا کہ اوبامہ کو اپنی مسلم جڑوں سے انکار نہیں، ہرچند کہ عقیدتاً وہ عیسائی ہیں۔ گزشتہ سال جب اوبامہ ڈیموکریٹک پارٹی کی نامزدگی کی دوڑ میں شامل ہوئے تو ان کی شخصیت کے اس پہلو پر خاصی لے دے ہوئی۔ پھر جب پارٹی نے انہیں باضابطہ اپنا امیدوار نامزد کردیا تو ان کے مخالفین کی سرگرمیاں مزید تیز ہوگئیں۔ ڈینیل پائپ جیسے جرنلسٹوں نے تو انہیں ''پوشیدہ مسلم'' اور یہودیت دشمن تک ثابت کرنے کی کوشش کر ڈالی۔ ایک قیاس یہ کیا جارہا تھا کہ ہوسکتا ہے اوبامہ اپنے نام کا درمیانی لفظ ترک کردیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اب امریکی صدر کا نام بارک حسین اوبامہ ہے اور اس نام میں لفظ ''حسین'' وہی ہے جو امریکیوں کے مفروضہ دشمن صدام حسین کے نام کے ساتھ تھا۔

## جوش وخروش کے دو اسباب

اور لفظ ''ہندو'' کا حوالہ اوبامہ کے خطاب میں اس وقت آیا جب انہوں نے کہا، ''یہ ملک عیسائیوں، مسلمانوں، یہودیوں اور خدا پر یقین نہ رکھنے والوں سبھی کا ہے۔'' اس لفظ سے متعلق کوئی اور چیز خطاب میں نہیں تھی لیکن ہمارے ملک کے سیاسی حلقوں اور میڈیا میں اس کا زبردست خیر مقدم ہوا۔ اس پر خوشی کا اظہار کیا گیا، حتیٰ کہ یہ لفظ تبصروں کا موضوع بن گیا۔ اس کی تعبیریں کی گئی کہ امریکہ میں ''ہندو'' نام کی مذہبی برادری کی موجودگی کو سرکاری طور پر پہلی بار تسلیم کیا گیا ہے، ورنہ اس سے قبل ''ہندوستانیوں'' کا ذکر آتا تھا جن میں کہ سبھی مذاہب کے ماننے والے ہیں۔ ویسے بھی امریکہ کو تارکین اوطان کا ملک کہا جاتا ہے۔ اوبامہ کے خطاب میں جس دوسرے حوالے پر یہاں جوش وخروش دیکھا گیا وہ تھا پاکستان اور افغانستان کو دہشت گردی کا مرکز کہا جانا۔ میڈیا نے اسے پاکستان کو امریکہ کے نوٹس سے تعبیر کیا۔ خوشیاں منائی گئیں کہ پاکستان کو دہشت گردی کا مرکز قرار دینے کی ہندوستانی سفارتی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ اب آگے کا کام آسان ہوجائے گا۔

## مسرت قبل از وقت ہے

لیکن کیا دونوں حلقوں کا یہ طرز عمل قبل از وقت نہیں ہے؟........ اوبامہ کا یہ کہنا ہے کہ ''ہم مسلم دنیا کے ساتھ باہمی مفادات وافہام وتفہیم کی بنیاد پر نئے دور کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔'' خوش آئند ہے لیکن اس کی عملی صورت کیا ہوگی، اس پر نظر رہنی چاہیے۔ اسی طرح افغانستان پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کرنے اور پاکستان کو دباؤ میں لینے کی کوششوں پر ہم ہندوستانیوں کو بہت زیادہ خوش نہیں ہونا چاہیے۔ عالمی سیاست کا ہر طالب علم سمجھ سکتا ہے کہ امریکیوں کو صرف اپنے مفادات عزیز ہیں خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہوں۔ وہاں پارٹیوں اور افراد کے بدل جانے سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا۔ ہاں مقاصد کے حصول کے طریقے بدل سکتے ہیں۔ دنیا کے مختلف خطوں میں امریکہ کے مختلف مفادات ہیں۔ وہ کسی بھی ملک کو اس کی ضرورت سے زیادہ طاقتور اور خوددار دیکھنا نہیں چاہتا۔ مشرقی دنیا میں تو بالکل نہیں۔ اس خطے میں وہ ہماری مدد سے چین کو قابو میں رکھنا چاہتا ہے اور پاک افغان سرحدی علاقوں کو براہ راست اپنے کنٹرول میں لے کر ''وار آن ٹیررزم'' کی اپنی مہم کو وسعت دینا چاہتا ہے اور ہمارا ملک ان دونوں ہی مقاصد میں اس کا قریبی حلیف بننا چاہتا ہے لیکن سمجھ لینا چاہئے کہ اس کوششمیں یہاں امریکہ کا عمل دخل بڑھ جانا یقینی ہے جس سے فائدہ صرف یہاں کے حکمراں طبقوں، سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کو ہوگا۔ (پ ر)

# گوانتانامو بے جیل بند کرنے کا حکم

امریکہ کے نئے صدر بارک اوبامانے ایک سال کے اندر گوانتانامو بے عقوبت خانہ کو بند کرنے کے ایک آرڈر پر دستخط کردیئے ہیں تاہم وہ اب تک جن الفاظ کا استعمال کر رہے ہیں، ان کی بنیاد پر ان کے مستقبل کی راہ کا فوری طور پر واضح تعین مشکل معلوم ہوتا ہے۔ وہ انتہائی احتیاط کے ساتھ ایسے الفاظ استعمال کررہے ہیں کہ ان کے مستقبل کی سمت کا متعین کرنا دشوار ہے۔ ان کے الفاظ کی بنیاد پر اکیسویں صدی کے آغاز میں صلیبی جنگ کا نعرہ لگانے والے سابق صدر بش اور ان کے ہم خیال و اتحادی بھی امیدیں قائم کرسکتے ہیں اور دنیا بھر میں جارج ڈبلیو بش کے خلاف احتجاج، مظاہرے تنقید، لعن وطعن اور تشنیع کرنے والے بھی توقعات قائم کرسکتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ ملکوں بالخصوص امریکہ کی خارجہ پالیسیوں پر حکومتوں کے آنے جانے سے بہت زیادہ فرق نہیں پڑا کرتا، خاص طور سے دوسرے ملکوں کے ساتھ ان کے معاملات، تعلقات، معاہدے، سمجھوتے اور مسودے جو ایک بار طے ہوجاتے ہیں، ان کو آنے والی حکومتیں بھی علیٰ حالہ قائم و برقرار رکھتی ہیں۔ خارجہ پالیسیوں کے حوالے سے ان کا اعلان ہمیشہ ''قومی مفاد'' کا ہوتا ہے تاہم قومی مفاد کی تعریف اور ان کے حصول کے طریق کار کے بارے میں اپنا اپنا نقطۂ نظر ہوتا ہے، خاص طور سے طاقتور ملک کمزور ملکوں کے سمجھوتوں کو اپنی مصلحت کے پیش نظر ان کے منہ پر مار دینے میں بھی کبھی دیر نہیں لگایا کرتیں اور اپنے اتحادیوں کے بدلنے میں کسی جھجک یا ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتیں بالخصوص امریکہ کا تو یہ عام ریکارڈ ہے۔ صدر بارک اوباما اب تک کی اپنی تقریروں اور بیانوں میں ہر فریق اور ہر طبقے کو امریکی دھمکیوں اور نوازشوں کے اشارے دے رہے ہیں۔ بھارت ہو یا پاکستان ہو یا ایران وعراق، صیہونی اسرائیل ہو یا اسلامی بیداری و احیا کے جوش و جذبہ سے سرشار دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ڈیڑھ سو کروڑ مسلمان یا پھر گزشتہ ساٹھ سال کے دوران برطانیہ و فرانس اور یورپ کی دوسری طاقتوں کی غلامی کے طوق سے نجات پانے کے بعد نیم آزادی اور نئے آقا امریکہ کی نیم غلامی کی زندگی گزارنے والے ان کے حکمراں سب کے لئے ان کے الفاظ میں ملے جلے پیغامات ہیں

باقی صفحہ ۵ پر

## غزہ پر پھر حملے کی دھمکی

غزہ۔ اسرائیل کے وزیر دفاع ایہود بارک نے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں کہا کہ اسرائیلی فورسیز غزہ اور مصر کی سرحد پر ہتھیاروں کی اسمگلنگ روکنے کے لئے ایک بار پھر حماس کے سرنگوں کو نشانہ بناسکتی ہیں۔ ادھر حماس نے کہا ہے کہ اس کی مسلح جدوجہد جاری رہے گی اور وہ کسی قسم کے دباؤ کے آگے نہیں جھکے گی۔

## مالیگاؤں کے ملزمان پر مکوکا صحیح

ممبئی۔ خصوصی مکوکا عدالت مالیگاؤں بم دھماکہ کیس میں ملزمان کے خلاف مکوکا (مہاراشٹر کنٹرول آف آرگنائزڈ کرائم ایکٹ) کی سخت دفعات کے نفاذ کو درست قرار دیا ہے اور اس ضمن میں مہاراشٹر اے ٹی ایس کے فیصلے کی توثیق کرتے ہوئے مکوکا کے نفاذ کو چیلنج کرنے والی درخواست کو مسترد کردیا ہے۔ عدالت نے کہا کہ بادی النظر میں مکوکا کے نفاذ کے لئے ثبوت موجود ہیں۔

## مغرب حماس سے مذاکرات کرے

دمشق۔ حماس کے رہنما خالد مشعل نے عرب سٹیلائٹ ٹی وی چینل پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ وقت آگیا ہے کہ مغربی ممالک حماس کے خلاف پابندی ہٹائیں اور مذاکرات کریں کیونکہ حماس نے یہ حق اپنی جدوجہد سے حاصل کرلیا ہے۔ وہ اب ایک قانونی سیاسی طاقت ہے۔ واضح رہے کہ مشرق وسطیٰ میں امن کے لئے کوشش کرنے والے یورپی یونین، امریکہ، اقوام متحدہ اور روس کا کہنا ہے کہ حماس سے اس وقت تک بات چیت نہیں ہوگی جب تک اسرائیل اسے تسلیم نہیں کرلیتا۔

## فاسفورس بموں کے استعمال کا اعتراف

لندن۔ اسرائیل نے غزہ میں سفید فاسفورس میونیشنز استعمال کرنے کا اعتراف کرلیا۔ برطانوی اخبار ٹائم کی رپورٹ کے مطابق اسرائیل نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ اس سے عالمی قوانین کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ اس کا استعمال قانون کے مطابق تھا بالکل اسی طرح جس طرح امریکی، فرانسیسی اور برطانوی افواج کررہی ہیں۔ اسرائیل کا کہنا ہے کہ قانون شکنی وہ نہیں حماس کررہی ہے۔

## گوانتانامو بے قید خانہ

واشنگٹن۔ امریکی صدر بارک حسین اوبامہ نے اس حکم نامہ پر دستخط کردیا جس کے تحت خلیج گوانتانامو کا قید خانہ ایک سال کے اندر بند ہوجائے گا۔ اوباما انتظامیہ نے اس جیل کو ایک سال کے اندر بند کرنے اور اس درمیان کسی بھی جنگی قیدی کے خلاف سماعت نہ کرنے کے ہدایت نامہ سے متعلق مسودہ تقسیم کردیا ہے۔ اس کے علاوہ وہائٹ ہاؤس سے مشتبہ دہشت گردوں سے تفتیش کے طریقوں پر نظرثانی اور قیدیوں سے گالی گلوج پر پابندی کا حکم جاری کیا گیا ہے۔ دریں اثناء صدر اوبامہ کو پہلی حلف برداری میں روایتی ۳۵ الفاظ کی ترتیب بدل جانے کی وجہ سے ۲۱ر جنوری کو ایک سادہ تقریب میں دوبارہ حلف لینا پڑا۔

## بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر پر عدالتی کارروائی

نئی دہلی۔ دہلی ہائی کورٹ نے ایک این جی او کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے بٹلہ ہاؤس مبینہ انکاؤنٹر کے معاملے میں دہلی پولیس، قومی انسانی حقوق کمیشن اور اس ہفتہ وار میگزین کو نوٹس جاری کیا ہے جس نے دہلی بم دھماکے کے ملزمین کا پولیس تحویل میں ہوتے ہوئے انٹرویو لے کر شائع کیا تھا۔ عدالت نے دہلی پولیس سے پوچھا کہ اس نے انکاؤنٹر کی تفتیش مجسٹریٹ سے کیوں نہیں کرائی اور لیفٹننٹ گورنر نے اس سلسلے میں اب تک کیا کیا اور اس نے انکاؤنٹر کے معاملے میں قومی انسانی حقوق کمیشن کی رہنما ہدایات پر عمل کیوں نہیں کیا۔ جبکہ دو ہفتے کے اندر کمیشن کو یہ بتانے کو کہا کہ دہلی پولیس نے انکاؤنٹر کے معاملے میں کمیشن کے پاس رپورٹ پیش کی ہے یا نہیں۔

# بخشش ونجات کیلئے اسلام ضروری کیوں؟

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ

گزشتہ کچھ عرصے سے تبدیلیٔ مذہب کا مسئلہ ملکی پیمانے پر اہمیت اختیار کرگیا ہے۔ عیسائی مشنریوں کی پیہم کوششوں کے نتیجے میں ملک کے غریب اور پس ماندہ طبقات مالی منفعت کی امید، راحت وآسائش کے حصول یا دیگر اسباب سے عیسائیت قبول کررہے ہیں۔ اس مظہر نے ہندومت کے مفکرین اور علم برداروں کو پریشان کردیا ہے اور وہ اسے روکنے کے لیے ہر ممکن تدابیر اختیار کررہے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل اسی طرح خاص طور پر جنوبی ہند میں قبول اسلام کے کثرت سے واقعات رونما ہوئے تھے۔ اس موقع پر بھی ہندو رہ نماؤں نے اسی طرح واویلا مچایا تھا اور تبدیلیٔ مذہب پر پابندی کا مطالبہ کیا تھا۔ ان حضرات کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ اس کے اسباب اپنے اندرون میں تلاش کرنے کے بجائے خارج میں تلاش کرتے ہیں۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ تبدیلیٔ مذہب کا الزام دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو دینے کی بجائے وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ہندومت کے وہ کیاداخلی تضادات، سماجی نابرابری اور دیگر عوامل ہیں جن کی بنا پر اس کے ماننے والے ہدایت، نجات، مساوات اورعزت نفس وغیرہ کی تلاش میں دیگر مذاہب کے سائے میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اس موضوع پر سوچنے والے بعض حضرات کوایک خلش رہتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ سارے انسانوں کا خدا ہے تو مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے اس کے یہاں اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے پیروؤں کی بخشش کیوں نہیں ہوگی؟ مسلمان بخشش ونجات کے لیے اسلام قبول کرنا کیوں ضروری قرار دیتے ہیں؟ یہ تو تنگ نظری ہے۔

یہاں اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی کچھ وضاحت کی ضرورت ہے۔ کہاجاتا ہے کہ انسانیت کی ابتدا تاریک دور سے ہوئی۔ پہلے انسان تہذیب وتمدن سے ناآشنا اور اعلیٰ افکار واقدار سے بے بہرہ تھا۔ جوں جوں اس کا شعور پختہ ہوا اور اسے تجربات حاصل ہوئے اسے جینے کا سلیقہ آیا، برے بھلے کی تمیز ہوئی اور وہ علم وثقافت سے بہرہ ور ہوا۔ اس کے برعکس قرآن یہ نقطۂ نظر پیش کرتا ہے کہ ابتدا میں بھی انسان علم وشعور سے بہرہ مند تھے، ان کے درمیان فکری ہم آہنگی تھی، وہ ایک خدا کو ماننے والے اور اس کے حکموں پر چلنے والے تھے، لیکن بعد میں نفسانی خواہشات اور دیگر اسباب سے ان کے درمیان اختلافات رونما ہوئے۔ ان کے راستے جداجدا ہوگئے اور بہت سے لوگ سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی کے لیے اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجا۔ اور ان کے ساتھ اپنی کتاب بھی نازل کی، تاکہ واضح ہوجائے کہ کون لوگ حق پر ہیں اور کن لوگوں نے اپنے لیے غلط راہ اختیار کرلی ہے؟ سورۂ یونس میں ہے: ’’ابتداءً سارے انسان ایک ہی امت تھے، بعد میں انہوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنالیے‘‘۔ (یونس:۱۹)

دوسری جگہ اسی بات کو کچھ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے: ’’ابتدا میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کج روی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے اور ان کے ساتھ کتاب برحق نازل کی، تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونما ہوگئے تھے ان کا فیصلہ کرے‘‘۔ (البقرۃ:۲۱۳)

## دیگر مذاہب انحراف کا نتیجہ:

قرآن کہتا ہے کہ راہِ حق سے انحراف اور باہمی اختلاف کے نتیجے میں لوگوں نے طرح طرح کے مذاہب ایجاد کرلیے۔ یہ مذاہب انسانوں کے خودساختہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ طریقۂ زندگی تو صرف وہ ہے جسے اسلام پیش کرتا ہے، دیگر مذاہب انسانوں کی افتادِ طبع اور ذہنی اپج کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے واضح ہدایات اور روشن تعلیمات آجانے کے بعد بعض لوگوں نے محض اپنی خواہشات، مفادات، باہمی عداوتوں اور دیگر اسباب سے نئے نئے طریقہائے زندگی وضع کرلیے اور انہیں مذاہب کی شکل دے دی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، اس دین سے ہٹ کر جو مختلف طریقے ان لوگوں نے اختیار کیے جنہیں کتاب دی گئی تھی، ان کے اس طرزِ عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے علم آجانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا‘‘۔ (آل عمران:۱۹)

نزول قرآن کے زمانے میں یہودیت اور عیسائیت کی شکل میں دو بڑے مذاہب رائج تھے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ انہوں نے ’اسلام‘ کی طرف دعوت دی تھی، لیکن ان کے پیروؤں نے بعد میں ان کی تعلیمات مسخ کردیں، ان میں غلط عقائد وتصورات اور گمراہ کن خیالات شامل کردیے۔ اس طرح حق وباطل کو گڈمڈ کرکے مروجہ یہودیت اور عیسائیت کی شکل میں مذاہب گھڑلیے۔ اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے حقیقی اسلام پیش کیا تو انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اپنے خود ساختہ عقائد وافکار پر جمے رہے۔ قرآن نے ان کے اس رویے پر سرزنش کی ہے: ’’اے اہل کتاب! کیوں اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہو، حالانکہ تم خودان کا مشاہدہ کررہے ہو؟ اے اہل کتاب! کیوں حق کو باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بناتے ہو؟ کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو‘‘؟۔ (آل عمران:۷۰،۷۱)

دوسرے موقع پر قرآن کہتا ہے: ’’اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو‘‘۔ (النساء:۱۷۱)

اسلام کا یہی نقطۂ نظر یہودیت اور عیسائیت کے علاوہ دیگر مذاہب کے سلسلے میں بھی ہے۔ وہ انہیں راہِ حق سے انحراف کا نتیجہ اور انسانی ذہن کی پیداوار قرار دیتا ہے۔

اللہ کی مکمل اطاعت، اس کے احکام کی بے چوں وچرا تعمیل اور اس کے سامنے مکمل خود سپردگی اور سرافگندگی کا نام اسلام ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو کائنات کی ابتدا ہی سے اللہ کے تمام صالح بندے، خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء ’اسلام‘ پر عمل پیرا تھے۔ قرآن انبیاء کی تاریخ پر روشنی ڈالتا ہے تو صراحت کرتا ہے کہ وہ سب مسلم تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے دعوت پیش کی اور ان کی سرکشی پر انہیں تنبیہ کی تو فرمایا: ’’تم نے میری نصیحت سے منہ موڑا (تو میرا کیا نقصان کیا) میں تم سے کسی اجر کا طلب گار نہ تھا۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ (خواہ کوئی مانے یا نہ مانے) میں خود مسلم بن کر رہوں‘‘۔ (یونس:۷۲) یہودی اور عیسائی دونوں مدعی ہیں کہ صرف وہی حضرت ابرہیم علیہ السلام کے وارث اور سچے پیروکار ہیں، حالانکہ وہ ان کی دکھائی ہوئی راہ اور ان کے بتائے ہوئے طریقے سے کوسوں دور ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ تو صرف اللہ پر ایمان رکھنے والے، اسی کی عبادت کرنے والے اور ’مسلم‘ تھے: ’’اور ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی، بلکہ ایک مسلم یک سوتھا‘‘۔ (آل عمران:۶۷)

حضرت ابراہیم اور ان کے پوتے حضرت یعقوبؑ دونوں نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ زندگی بھر اسلام پر قائم رہنا اور اسلام ہی پر تمہارا خاتمہ ہو: ’’میرے بچو! اللہ نے تمہارے لیے دین پسند کیا ہے، لہٰذا مرتے دم تک مسلم ہی رہنا‘‘۔ (البقرۃ:۱۳۲)

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بد اعمالیوں کا شکار تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس وقت صرف حضرت لوطؑ کا گھرانا مسلمان تھا۔ اسے بچالیا گیا، بقیہ پوری بستی کو تلپٹ کردیا گیا: ’’اور وہاں ہم نے ایک گھر کے سوا مسلمان کا کوئی گھر نہ پایا۔ اس کے بعد ہم نے وہاں بس ایک نشانی ان لوگوں کے لیے چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہوں‘‘۔ (الذاریات:۳۶-۳۷)

فرعون اور اس کے کارندے اسرائیلیوں پر ظلم ڈھاتے تھے۔ حضرت موسیٰ کی دعوت قبول کرنے کے بعد ان کے مظالم میں اضافہ ہوگیا۔ اس پر حضرت موسیٰ نے انہیں صبر اور توکل کی تلقین فرمائی اور اسے ایمان اور اسلام کا تقاضا قرار دیا: ’’لوگو! اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہوتو اس پر بھروسہ کرو، اگر مسلمان ہو‘‘۔ (یونس:۸۴)

حضرت موسیٰ نے اپنی دعوت کی تائید میں فرعون کے دربار میں اللہ کی چند نشانیاں دکھائیں تو فرعون نے انہیں جادوگر قرار دیا۔ بالآخر ایک مقررہ دن مصر کے جادوگروں سے ان کا مقابلہ ہوا۔ جادوگروں کو شکست ہوئی اور انہیں یقین ہوگیا کہ موسیٰ کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والی چیزیں جادو نہیں، بلکہ اللہ کی نشانی ہیں۔ وہ سجدے میں گرپڑے اور ایمان لے آئے۔ فرعون نے انہیں دھمکی دی کہ وہ انہیں دردناک سزادے گا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صبر واستقامت اور اسلام پر خاتمہ کی دعامانگی: ’’اے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں‘‘۔ (الاعراف:۱۲۶)

حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں سبا کی ملکہ بڑی شان وشوکت کے ساتھ اپنے ملک پر حکومت کررہی تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ وہ اپنے لشکریوں کے ساتھ ان کے دربار میں حاضر ہوئی تو وہاں کی عظمت وشوکت دیکھ کر مبہوت رہ گئی۔ بارگاہ الٰہی میں حضرت سلیمان کی شکرگزاری دیکھ کر اس کا دل بھی مائل بہ اسلام ہوگیا اور وہ پکار اٹھی: ’’اے میرے رب! (آج تک) میں اپنے نفس پر بڑا ظلم کرتی رہی اور اب میں نے سلیمانؑ کے ساتھ اللہ رب العالمین کی اطاعت قبول کرلی‘‘۔ (النمل:۴۴)

حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے سامنے توحید خالص کی دعوت پیش کی، مگر ان میں سے بیش تر لوگوں نے ان کی دعوت کا انکار کیا اور ان کی جان کے درپے ہوگئے۔ صرف چندلوگوں کو ایمان کی توفیق ہوئی، جب حضرت عیسیٰؑ نے اعلان کیا، کہ اللہ کی راہ میں میری کون مدد کرتا ہے؟ تو اہلِ ایمان پکار اٹھے: ’’ہم ہیں اللہ کے مددگار، ہم اللہ پر ایمان لائے، آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم (اللہ کے آگے سراطاعت جھکانے والے) ہیں‘‘۔ (آل عمران:۵۲)

یہ محض چند مثالیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے نیک بندے، خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء، ہمیشہ صرف اللہ کے آگے سرجھکانے والے اور اس کے حکموں پر چلنے والے تھے۔ قرآن صراحت کرتا ہے کہ یہ سارے لوگ شاہراہ اسلام پر گامزن تھے۔

> ہونا تو یہ چاہیے کہ تبدیلیٔ مذہب کا الزام دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو دینے کی بجائے وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ ہندومت کے وہ کیاداخلی تضادات، سماجی نابرابری اور دیگر عوامل ہیں جن کی بنا پر اس کے ماننے والے ہدایت، نجات، مساوات اورعزت نفس وغیرہ کی تلاش میں دیگر مذاہب کے سائے میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

## دین اسلام لانے والے آخری پیغمبر:

اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے مختلف اوقات اور مختلف علاقوں میں اپنے برگزیدہ بندے بھیجے۔ سب سے آخر میں حضرت محمدؐ کو مبعوث کیا۔ یہ سارے پیغمبر اللہ کا دین اسلام لے کر آئے تھے۔ بعض حضرات دانستہ یا نادانستہ طور پر حضرت محمدؐ کے لائے ہوئے دین کو ’محمڈنزم‘ (Muhammadanism) کہتے ہیں، حالاں کہ یہ تعبیر بالکل غلط ہے۔ حضرت محمدؐ بھی اسی دین کی طرف دعوت دینے والے تھے جس کی طرف حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے پیغمبروں نے دعوت دی تھی۔ گزشتہ پیغمبر جو دین لے کر آئے تھے، اس میں ان کے پیروکاروں نے بعد میں من چاہی تحریفات کرلیں اور اس میں سے کچھ چیزیں نکال کر اور کچھ چیزیں اپنی طرف سے شامل کرکے نئے نئے مذاہب بنالیے، لیکن حضرت محمدؐ کا لایا ہوا دین بے کم وکاست موجود اور ہر طرح کی تحریفات سے محفوظ ہے۔

حضرت محمدؐ کی بعثت کے زمانے میں گزشتہ مذاہب کے ماننے والے موجود تھے۔ ان کی اکثریت نے آپ کی دعوت کو رد کیا، لیکن ان میں کچھ سلیم الفطرت لوگ ایسے تھے جنہوں نے قرآن کی آیات سنیں تو فوراً جان گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ان پر واضح ہوگیا کہ رسول اکرمؐ جن باتوں کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ برحق ہیں اور خود پہلے سے ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مشرف بہ اسلام ہونے میں دیر نہیں کی: ’’جن لوگوں کو اس سے پہلے ہم نے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور جب یہ ان کو سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ’’ہم اس پر ایمان لائے، یہ واقعی حق ہے ہمارے رب کی طرف سے ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں‘‘۔ (القصص:۵۲،۵۳)

## اسلام نسلی مذہب نہیں:

اسلام کے بارے میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا نسلی مذہب ہے۔ انہوں نے ہدایت، نجات، کامیابی اور اللہ کے اجر وانعام کو اپنے مذہب کے ساتھ خاص کرلیا ہے۔ یہ تاثر صحیح نہیں۔ اسلام نام ہے اللہ کی جناب میں خودسپردگی، اس کے احکام کی مکمل اطاعت اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا۔ جو شخص بھی اس معیار پر پورا اترے گا وہ اللہ تعالیٰ کے اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔ اور اگر نسلی مسلمان اسلام کے تقاضوں پر عمل نہیں کریں گے تو وہ قیامت میں اس کی سزا بھگتیں گے۔ یہود مدعی تھے کہ صرف وہی راہ ہدایت پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات پر صرف انہی کی اجارہ داری ہے۔ ایسا ہی دعویٰ عیسائی اپنے بارے میں کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ یہ ان کی خام خیالی ہے جس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ ان کے سامنے یہ اصولی بات پیش کی گئی: ’’حق یہ ہے کہ جو بھی اپنی ہستی کو اللہ کی اطاعت میں سونپ دے اور عملاً نیک روش پر چلے اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے اور ایسے لوگوں کے لیے کسی خوف یا رنج کا کوئی موقع نہیں‘‘ (البقرہ:۱۱۲)

اسلام دین فطرت ہے، جس طرح آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اپنے پیدا کرنے والے کی مرضی کے مطابق کام انجام دے رہی ہے اور اس نے جن اصولوں اور ضابطوں کا اسے پابند کردیا ہے ان سے سرموانحراف نہیں کررہی ہے، اسی طرح انسان کی فطرت کا بھی تقاضا ہے کہ وہ اللہ کے حکموں پر چلے اور جو طریقۂ زندگی اس کے لیے متعین کیا ہے اس پر ٹھیک ٹھیک عمل کرے۔ جو شخص اس راہ سے انحراف کرتا ہے اور زندگی گزارنے کے من مانے طریقے اپناتا ہے وہ دراصل اپنی فطرت سے بغاوت کرتا ہے: ’’اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ (دین اللہ) چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان وزمین کی ساری چیزیں چاروناچار اللہ ہی کی تابع فرمان (مسلم) ہیں اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے‘‘۔ (آل عمران:۸۳)

جب یہ واضح ہوگیا کہ دیگر مذاہب اسلام سے انحراف کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں تو انہیں اختیار کرکے انسان اللہ تعالیٰ کی خوش نودی، ہدایت اور نجات سے ہمکنار نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام کو دین کی حیثیت سے اختیار کرے۔ صرف دائرہ اسلام میں داخل ہوکر ہی وہ مرنے کے بعد کی زندگی میں کامیاب وکامران ہوسکتا ہے۔ قرآن کہتا ہے: ’’اس فرماں برداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام اور نامراد رہے گا‘‘۔ (آل عمران:۸۵)

اسلام ہی وہ شاہراہ ہے جو انسان کو منزل تک پہنچاتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مذاہب کی مثال پگڈنڈیوں اور بھول بھلیوں کی ہے جن میں پھنس کر انسان صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے اور منزل اس کی نگاہوں سے اوجھل ہوجاتی ہے: ’’اے نبی، ان سے پوچھو کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان، اور جب کہ اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا چکا ہے تو کیا اب ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ کیا ہم اپنا حال اس شخص کا سا کرلیں جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران وسرگردان پھر رہا ہو، دراں حالے کہ اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ ادھر آ، یہ سیدھی راہ موجود ہے، کہو ’’حقیقت میں صحیح رہنمائی تو صرف اللہ ہی کی رہنمائی ہے اور اس کی طرف سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ مالک کائنات کے آگے سراطاعت خم کردو‘‘۔ (الانعام:۷۱)

اسلام کی یہ دعوت بالکل دوٹوک اور بے آمیز ہے۔ اللہ کے رسول حضرت محمدؐ نے جب یہ اعلان کیا کہ انسانوں کی ہدایت اور نجات صرف اسلام کی پیروی میں ہے تو دیگر مذاہب کے علم بردار آپ سے حجت اور بحث و مباحثہ کرنے لگے اور اپنے اپنے مذہب کی حقانیت کے دعوے کرنے لگے۔ اس موقع پر رسول اکرمؐ کو ہدایت کی گئی کہ اپنی دعوت صاف صاف پیش کردیں اور مخالفین سے لاحاصل بحثوں میں نہ پڑیں: ’’اب اگر (اے نبی) یہ لوگ تم سے جھگڑا کریں تو ان سے کہو: ’’میں نے اور میرے پیروؤں نے تو اللہ کے آگے سرتسلیم خم کردیا ہے‘‘ پھر اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں سے پوچھو‘‘ کیاتم نے بھی اسی کی اطاعت وبندگی قبول کی؟‘‘ اگر کی تو وہ راہ راست پاگئے، اور اگر اس سے منہ موڑا تو تم پر صرف پیغام پہنچادینے کی ذمہ داری تھی، آگے اللہ خود اپنے بندوں کے معاملات دیکھنے والا ہے‘‘۔ (آل عمران:۲۰)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ اسلام کوئی نسلی مذہب نہیں ہے، بلکہ اس کی دعوت تمام انسانوں کے لیے عام ہے۔ دنیا وآخرت دونوں میں ان کی بھلائی اسی میں ہے کہ اسے قبول کرلیں اور اس کے سایے میں آجائیں۔

●●

# بہتر شخصیت کی تعمیر کیلئے مطلوب بنیادی عناصر

ڈاکٹر مغل فاروق پرواز

ایک بہتر شخصیت کی تعمیر کے لئے کن بنیادی عناصر، عوامل واجزا کی ضرورت ہوتی ہے؟ یہ اپنے آپ میں ایک ایسا سوال ہے۔ جس کا جواب تلاش کرنے کی نسل انسانی نے ہر دور میں ہر ممکن کوشش کی ہے۔ مگر اسلام کے علاوہ باقی تمام تر نظریات، نقطہ ہائے نظر اور تعبیرات صرف اندیشہ ہائے دور دراز ہی ثابت ہوئے۔ کیونکہ انہوں نے ایک بہتر شخصیت کی تعمیر وتربیت کا کام یاتو بچہ کی پیدائش کے بعد شروع کیا یا اس کے سن بلوغت میں قدم رکھنے پر کیا یا پھر صرف حالات وواقعات کے حوالے کرتے ہوئے انہوں نے بچہ کی آزادی کے راستے میں رکاوٹ نہ بننے کا فیصلہ کیا۔ مگر اسلام بچہ کی نشوونما اور تربیت کا کام اُسی وقت شروع کردیتا ہے جب وہ رحم مادر میں ہوتا ہے اور اپنی ماں کی زندگی جیتا ہے۔ اس طرح اسلام ایک بہتر اور صالح معاشرہ کی تعمیر کے لئے فیصلہ کن اقدامات کرتے ہوئے رحم مادر میں بچہ کے وجود میں آنے سے بہت پہلے اُسی وقت سے ہدایات جاری کرنا شروع کردیتا ہے جب دو نامحرم رشتۂ ازدواج میں بندھ کر ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ہوجانے والے ہوتے ہیں۔ اسلام بہتر معاشرہ کی تعمیر کے لئے ایک صالح مرد اور ایک صالح عورت کے رشتہ ازدواج میں بندھنے کو ضروری قرار دیتا ہے اور تقویٰ کو بنیادی شرط قرار دیتا ہے، جس کو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سائنس ترقیات نے ایک عام آدمی کے لئے زیادہ قابل عمل بنادیا ہے اور قابل یقین بھی۔

سچ بات تو یہ ہے کہ جوں جوں انسان کا ایمان کمزور سے کمزورتر ہوتا چلا گیا اللہ رب العالمین نے اس کے ایمان کی حفاظت کے لئے زیادہ سے زیادہ نشانیوں سے پردہ ہٹایا جو اُس کو ایمان سے روگرداں کردینے والی چیزوں کے مقابلہ میں ایک ڈھال کا کام کرتی آرہی ہیں۔ آج کے دور میں جینیٹک انجینئرنگ (Genetic Engineering) کو اگر بنیاد بنا کر جانچ پڑتال کا کام شروع کیا جائے تو آسانی سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ نسل انسانی کے سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے ایک ننھے منے وجود کا ظہور پذیر ہونا کسی فیکٹری یا انڈسٹری کے ماس پروڈکشن جیسا نہیں ہے اور نہ ہی اس کو جانوروں، نباتات یا کیڑوں، مکوڑوں کی افزائش نسل کی تعبیرات سے سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ نسل انسانی کو اس کی نفسیات اس کائنات کی ہر چیز سے مختلف اور زیادہ دلچسپ بنادیتی ہے۔ مثال کے طور پر اس کائنات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح انسان نے زمین، آسمان، چاند، سورج، ستاروں، نظام ہائے شمسی، گلیکسیز، کانسٹلیشنز، وغیرہ کا مطالعہ کیا۔ جہاز اور راکٹ ایجاد کئے۔ دنیا کو ایک بالکل ہی دوسری دنیا میں تبدیل کردیا۔ ہر طرح کی بیماریوں کی تشخیص اور امراض کے نت نئے طریقے ظہور پذیر ہوئے۔ دلوں کی ادلا بدلی جس کی کبھی شعراء اپنے محبوبوں ومعشوقوں کے سلسلہ میں حسرت وتمنائیں کیا کرتے تھے۔ اُسے افسانوی سطح سے اوپر اُٹھا کر عملی طور پر کرکے دکھادیا۔ یہاں تک کہ اب کلوننگ کے ذریعہ انسان فطرت کے رازہائے سربستہ میں سیندھ لگانے کے فراق میں ہے۔ دوسری طرف نفسیات انسانی کے تعلق سے اس کے پاس کارآمد سرمایہ موجود نہیں ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نفسیات انسانی کا مطالبہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا ان باقی سب چیزوں کا جو اس کارخانۂ فطرت اور اس کائنات کی رونق بڑھائے ہوئے ہیں۔

سائنس کی حالیہ انکشافاتی تحریروں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہیں کہ بچہ کی تربیت کا عمل تبھی سے شروع ہوجاتا ہے جب وہ رحم مادر میں ہوتا ہے۔ جینیٹک انجینئرنگ (Genetic Engineering) نے یہ بات صاف کردی ہے کہ بچہ کی پیدائش کو کسی انڈسٹری یا فیکٹری کے ماس پروڈکشن کے عمل کے مترادف گردانا نسل انسانی کو تباہی کے دہانے کی اُور ڈھکیلنے کے مترادف ہوگا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ معاشرہ میں ایسے افراد کا غلبہ ہو جو بیماریوں سے پاک ہوں۔ اندھے، لنگڑے، ذہنی دیوالیہ پن کے شکار نہ ہوں، یا دیگر جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا نہ ہوں اگر آپ نے ایک صحت مند معاشرہ کا خواب دیکھا ہے تو آپ کو جینیٹک انجینئرنگ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا ہوگا۔ حادثاتی اور اتفاقاتی زندگی سے اوپر اٹھ کر ہمیں ایک منظم معاشرہ کی تعمیر کرنی ہوگی جس کی ابتداء تبھی سے ہوجاتی ہے جب بچہ رحم مادر میں ہوتا ہے۔ ہمیں ہوش کے ناخن لینے ہوں گے اور ان زندگیوں کو بھی معاشرہ کا جزولاینفک تسلیم کرنا ہوگا جو ابھی تک رحم مادر میں ہیں۔ جینیٹک انجینئرنگ سے استفادہ کرتے ہوئے انسان کو جن دشوارگزار راستوں سے گزرنا پڑسکتا ہے وہ انسانیت کو کسی خطرناک انجام سے بھی دوچار کرسکتے ہیں۔ بے لگام نظریات نے چارلس، ڈاروِن، کارل مارکس، فریڈرک، انجلز، درکھیم، سگمنڈ فرائڈ، آچاریہ رجنیش (اوشو) اور ان کے ان گنت بچولیوں کے ذریعے ہمیشہ ہی یہ کوشش کی ہے کہ انسانیت کو کسی نہ کسی طرح ابلیسی نظام کا حصہ بنادیا جائے۔ اس طبقے کے نظریات کی ترقی یافتہ صورت کے مطابق جینیٹک انجینئرنگ کی مدد سے ہمیں طے شدہ منصوبے کے تحت ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، سائنسداں، سیاستداں وغیرہ کو پیدا کرنے کے لئے پہلے سے ہی نطفہ کا انتخاب کرنا ہوگا جس کو آسانی کسی اسپرم بنک سے حاصل کیا جاسکے گا۔ اور وہ بھی ٹھیک اُس طرح سے جس طرح آپ اپنی پسند کی اشیاء کپڑے، زیورات، کتابیں یا دیگر ضرورت کی چیزیں خریدتے ہیں۔ ان سب لوگوں کے مطابق اس طرح ہم جرائم پیشہ افراد سے نجات حاصل کرسکیں گے۔ اور معاشرہ کو جس قدر اور جس طرح کے افراد کی ضرورت ہوگی ان کو پیدا کیا جاسکے گا۔ معاشرہ میں کتنے پروفیسروں، کتنے ڈاکٹروں، کتنے انجینئروں اور کتنے سائنسدانوں کی ضرورت ہے ٹھیک اُسی حساب سے بازار سے Sperms خرید کر لائے جائیں گے۔ مثلاً ایک سائنسداں کے لئے جس Sperm کو خریدا جائے گا اُس سے صرف سائنسداں ہی پیدا ہوسکے گا کسی ڈاکٹر اور انجینئر کو پیدا کرنے کے لئے اُسے کام میں نہیں لایا جاسکے گا۔ اس سلسلے میں پہلی بات یہ ہے کہ کسی خاص طرح کی شخصیت کو پیدا کرنے کے لئے صرف Sperm کا انتخاب ہی کافی نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ بچہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اُس وقت وہ ان تمام حالات سے حد درجہ متاثر ہوتا ہے جن سے اُس کی ماں دوچار ہوتی ہے۔ اگر ہم ایک حد درجہ بااخلاق شخص کا اسپرم منتخب کربھی لیں اُس کے باوجود ایک ایب نارمل، جرائم پیشہ وارث جنم لے سکتا ہے اگر ہم اُس کی ماں کو دوران حمل وہ ماحول نہ فراہم کریں جو ایک نارمل شخص کی ڈیلیوری تک شخصیت کی تعمیر کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ جس ماحول میں بچہ کی ماں رہتی ہے اُس کا اثر اس کی شخصیت پر حد درجہ ہوتا ہے۔ تجربات ومشاہدات کے پٹارے میں ایسے سیکڑوں واقعات ہیں۔ تو پھر صرف اسپرم کے انتخاب سے آپ مثالی افراد پیدا نہیں کرسکتے۔ اُس کے ئے مثالی معاشرے کی ضرورت ہوگی۔ جو آپ کو زندہ اور موجود افراد پر محنت کرنے سے حتی الامکان میسر آسکے گا۔

دوسری بات یہ کہ آج تک نسل انسانی نے کلی طور پر کسی کو بھی نہیں اپنایا۔ پوری کی پوری نسل انسانی نے آج تک کسی بھی شخص کی آواز پر لبیک نہیں کہا۔ تو پھر اس کی کیا گارنٹی ہے کہ اگر Genetic Engineering کے ذریعہ بلی کے خواب کے ان چھیچھڑوں کو ممکن بنا بھی لیا جائے تو جرائم پیشہ افراد پیدا نہیں ہوسکیں گے۔ انسان استحصال کی اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے ہر چیز کے غلط استعمال کا اسے ملکہ حاصل ہے حدتو یہ ہے کہ اس نے خدا کے پیغام کو بھی توڑنے مروڑنے میں گریز سے کام نہیں لیا۔ تو پھر اس کی کیا گارنٹی ہے کہ جینیٹک انجینئرنگ کا غلط استعمال نہیں ہوگا۔ مگر اس سلسلہ میں الحاد کے ان علمبرداروں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ انہیں تو صرف باتیں کرنی ہیں۔ ڈھیر ساری باتیں۔ چاہے وہ بے سرپیر کی ہی کیوں نہ ہوں۔ بجائے اس کے یہ لوگ ہوش کے ناخن لیتے اور تعصبات سے بلند ہوکر سوچتے انہوں نے مذہب بیزاری کی اس مہم میں خدا کو اس کائنات کے چپے چپے سے بے دخل کرنے کے لئے پینترا بدلا۔ اور ایک نئے حملے کی تیاری شروع کردی۔ ادھر پچھلے ساٹھ ستر سالوں میں جو کتابیں لکھی گئیں یا اخبارات ورسائل وجرائد میں مضامین شائع ہوئے یا سمپوزیم اور سیمناروں میں جس موضوع کو مرکزی حیثیت حاصل رہی وہ اسی خدا بیزاری پر مبنی تھا۔ آج کی تاریخ میں یہ سب کے سب بیک زبان یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ فرد کوئی چیز نہیں۔ معاشرہ ہی سب کچھ ہے۔ دراصل فرد معاشرہ کا جز نہیں بلکہ یہ معاشرہ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ ان لوگوں کے مطابق جز کوئی شے نہیں۔ صرف کل ہی سب کچھ ہے۔ مگر جب سے البرٹ آئنسٹائین نے ہرشے کے چوتھے بعد کے طور پر وقت کو دریافت کیا ہے تو انہوں نے وقت کے خلاف بھی مہم چھیڑ رکھی ہے۔ ان کے

باقی صفحہ ۸ پر

# قیام امن کیلئے اسرائیل کیخلاف کارروائی ضروری ہے

**بڑی تباہی کے لئے ممنوعہ ہتھیاروں کے استعمال کو بار بار نظرانداز کرنے سے اسرائیل کا حوصلہ بڑھ گیا ہے، مستقبل میں وہ جوہری ہتھیار بھی استعمال کرسکتا ہے**

غزہ میں اسرائیل کے جنگی جرائم کی رپورٹیں حملے شروع ہونے کے بعد سے مسلسل آرہی ہیں۔ اب جبکہ وہاں جنگ بندی ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں خصوصاً ہیومن رائٹس واچ، بین الاقوامی جوہری توانائی ایجنسی ، اقوام متحدہ اور خود حماس حکومت نے ۲۲ روزہ جنگ میں اسرائیل کے ذریعے مچائی جانے والی تباہی کی تفصیلات کو جمع کرنا شروع کردیا ہے۔ ہیومن رائٹس واچ جہاں اس امر کی جانچ کررہاہے کہ اسرائیل نے کس حدتک انسانی حقوق کی پامالی کی، اور غزہ میں کتنے سفید فاسفورس بموں کا استعمال کیا وہیں بین الاقوامی جوہری توانائی ایجنسی نے بھی عرب ممالک کی شکایات پراعلان کیا ہے کہ وہ غزہ میں اسرائیل کی طرف سے یورینیم کے استعمال کی جانچ کرے گی۔ ادھراقوام متحدہ کا امدادی ادارہ تباہی کا جائزہ لے رہاہے اورجنیوا کنونشن اور جنگی قوانین کی خلاف ورزی کے ثبوتوں کو جمع کررہا ہے تاکہ اسرائیل کے خلاف جنگی جرائم کا مقدمہ چلایاجاسکے۔

جہاں تک اسرائیل کی طرف سے تھوپی گئی جنگ سے تباہی کا حال ہے تواقوام متحدہ کے امدادی ادارے کے سربراہ جان ہومز کا کہنا ہے کہ غزہ کا انفراسٹرکچر پوری طرح تباہ ہوگیا۔اس کی معیشت کئی برس پیچھے چلی گئی ہے ۔بارہ سو سے زائد فلسطینی ہلاک ہوگئے جن میں تقریباً نصف تو خواتین اور بچے تھے، اسی طرح پانچ ہزار سے زائد زخمی ہوگئے اورایک لاکھ لوگ بے گھر ہوگئے جن کی رہائش کا انتظام کافی مشکل ہوگا۔ ادھر ۲۷ردسمبر ۲۰۰۸ء تا ۱۸رجنوری ۲۰۰۹ء ۲۲ روزہ اسرائیلی جارحیت سے ہونے والی تباہی کی جو رپورٹ حماس حکومت کی وزارت اوقاف اور مذہبی امور نے تیار کی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اسرائیلی فوج نے غزہ شہر میں سولہ اور شمالی غزہ میں ۱۹ اور مجموعی طور پر ۴۱ مساجد کو شہید کردیا۔ بعض مساجد پر ایسے وقت حملے کئے گئے جب وہاں نماز ہورہی تھی جس سے بڑی تعداد میں نمازی حالت نماز میں شہید ہوگئے ۔ اسرائیل کی وحشیانہ اور انسانیت سوز کارروائی سے قبرستان اور جنازے تک محفوظ نہیں رہے۔ اس نے کم از کم پانچ قبرستانوں پر ایسی بمباری کی کہ قبروں میں دفن لاشوں کے پرخچے اڑ گئے۔ لاشیں ٹکڑے ٹکڑے ہوکر قبروں سے باہر نکل کر چاروں طرف پھیل گئیں۔ ایسی کارروائی کی اجازت کوئی بھی مہذب سماج نہیں دے سکتا۔اقوام متحدہ کے امدادی ادارے کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ اسرائیل نے اسکولوں تک کو نہیں چھوڑا۔اقوام متحدہ کے بھی دو اسکول تباہ ہوگئے۔ بین الاقوامی ادارے کے ہیڈ کوارٹر تک کو نشانہ بنایا جس پر اقوام متحدہ نے جب کارروائی کی دھمکی دی تو اسرائیلی وزیر اعظم ایہود اولمرٹ نے غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگی۔ غزہ میں متعدد اسکول اسرائیلی حملوں میں تباہ ہوگئے ۔ اب وہاں بچے خیموں میں پڑھنے پر مجبور ہیں۔ اقوام متحدہ کے ادارے نے غزہ کی تعمیر نو کے لئے ۳۳۰ ملین ڈالر کا تخمینہ لگایا ہے۔اس کی ذمہ داری کا تعین ہونا چاہئے۔

غزہ میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کی تحقیقاتی ٹیم کے سربراہ ڈونیلا رودیرا کا کہنا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ شہری علاقوں میں سفید فاسفورس والے ہتھیاروں کا استعمال کیا گیا۔ ہمارے پاس اس کے پختہ ثبوت ہیں۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے جب اسرائیل نے خطے میں ممنوعہ ہتھیاروں کا استعمال کیا ہے ۔ اس سے قبل اس نے ۲۰۰۶ء میں بھی حزب اللہ کے ساتھ لبنان میں جنگ کے دوران ممنوعہ ہتھیاروں کا استعمال کیا تھا۔ اس وقت بھی اس کے خلاف آواز اٹھائی گئی تھی اور امریکہ میں بھی یہ بحث چلی تھی کہ وہاں کے قانون کے مطابق ہتھیاروں کے استعمال کی وجہ سے اسرائیل کو ہتھیاروں کی سپلائی پر روک لگا دینی چاہئے لیکن سابقہ بش انتظامیہ نے اس کے بالکل برعکس فیصلہ کرتے ہوئے نہ صرف پہلے سے زیادہ خطرناک اور جدید ہتھیار فراہم کئے بلکہ اس بار غزہ کی لڑائی میں انہیں آزمانے کا بھرپور موقع بھی فراہم کیا۔ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ امریکہ کی مخالفت اور ہٹ دھرمی کے باعث بین الاقوامی برادری شروع میں جنگ بندی نہیں کرا سکی کیونکہ بش انتظامیہ چاہتی تھی کہ اسرائیل ان تمام ہتھیاروں کو اچھی طرح آزمالے جو امریکہ نے فراہم کئے تھے تاکہ مستقبل میں اسرائیل مزید ہتھیار خریدے۔ اگر لبنان میں ممنوعہ ہتھیاروں کے استعمال کے وقت اسرائیل کے خلاف کارروائی کی جاتی تو غزہ میں ممنوعہ ہتھیاروں کے استعمال کی ہمت نہیں ہوتی۔ چھوٹ کی وجہ سے اس کا حوصلہ بڑھ گیا، اگر اب بھی اس کے خلاف سخت کارروائی نہیں کی گئی تو ابھی بات سفید فاسفورس اور دیگر ممنوعہ ہتھیاروں کے استعمال تک بات پہنچی ہے۔ اسرائیل مستقبل کی کسی لڑائی میں جوہری ہتھیاروں کا استعمال بھی کرسکتا ہے۔ قابض صیہونی حکومت کے خلاف جنگی جرائم کے مقدمے کا بھی یہی حال ہے۔ ہمیشہ اسے نظرانداز کردیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ بے خوف ہوکر خطے میں جارحیت کا مظاہرہ کرتی رہتی ہے۔اس بار بھی اس کی کارروائی جنگی جرائم کی زد میں آتی ہے۔ اس کی بات بھی چل رہی ہے۔ اقوام متحدہ کے امدادی ادارے اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی طرف سے جنگی جرائم کا مقدمہ چلانے کی باتیں سنی جارہی ہیں۔ اسرائیل کو بھی اس کا احساس ہے اسی لئے اس نے اپنے وزیر انصاف ڈینیل فریڈ مین کو جنگی جرائم کے الزام اور مقدمے سے بچانے کی ذمہ داری سونپی ہے۔سوال یہ ہے کہ کب تک فلسطینیوں کی مزاحمت اور حقوق کے لئے لڑائی کو دہشت گرد قرار دے کر اسرائیل کو جارحیت کی چھوٹ دی جاتی رہے گی اور خطے میں قیام امن کو معلق رکھا جائے گا۔

اب وقت آ گیا ہے کہ اسرائیل کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے اور قیام امن کو یقینی بنایا جائے جو اسی وقت ممکن ہے جب اسرائیل ۱۹۶۷ء کی سرحدوں پر واپس جائے۔ ●●

# اقلیتیں اکثریت کی یلغار سے کبھی ختم نہیں ہوتیں

**عارف عزیز بھوپال**

ہندوا کثریت کی متعصب جماعتیں اس ملک کو کہاں لے جانا اور اقلیتوں کا کیا حال کرنا چاہتی ہیں یہ اب واضح ہوگیا ہے۔ کبھی وہ اکثریت کی تاناشاہی کی وکالت کرتی ہیں تو کبھی ملک کی تمام اقلیتوں کے مشترکہ قوانین بنانے پر زور دیتی ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ سکھوں سے لے کر مسلمانوں تک اور بودھوں سے عیسائیوں تک سبھی میں بے چینی کا ماحول پیدا ہوگیا ہے، خاص طور پر جب اقلیتیں جارحانہ ہندو قوم پرستی کے ترجمان سدرشن کی یہ لن ترانی سنتی ہیں کہ واحد قوم یعنی ''ہندو قومیت'' آباد ہے یا ان کے کانوں میں یہ الفاظ گونجتے ہیں کہ ''کسی بھی گروہ کا طریقۂ عبادت الگ ہوسکتا ہے لیکن بنیادی طور پر سب ہندو ہیں'' توانہیں وحشت ہونے لگتی ہے کیونکہ اقلیتوں کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ''ہم سب ایک قوم ضرور ہیں مگر یہ قوم ہندو نہیں ہندوستانی ہے'' جو فرقہ پرست عناصر کو منظور نہیں، ان کے خیال میں جو اقلیت خود کو ہندو نہ سمجھے اسے اس ملک سے نکال باہر کیا جائے اور ہندوستان کو ہندو اسٹیٹ بنایا جائے کیونکہ یہاں صرف ایک قوم ہندو آباد ہے۔ اس تھیوری کے مطابق جس دن ہندوستان کی اقلیتیں اپنے آپ کو ہندو گرداننے لگیں گی ان کے ساتھ فرقہ پرستوں کا جھگڑا ختم ہوجائے گا۔ اردو زبان کے ساتھ تنازعہ مٹانے کے لئے بھی یہی شرط رکھی گئی ہے کہ فارسی رسم الخط چھوڑ کر دیوناگری لپی قبول کرلو تو اردو بھاشا کے لئے ہندو اسٹیٹ میں جگہ نکل سکتی ہے ورنہ نہیں۔

مگر ہمارا کہنا ہے کہ اقلیتوں سے مذکورہ خواہشات یا مطالبات کرنا اکثریت کے ہاتھوں اقلیتوں کے استحصال سے کم نہیں بلکہ اس سے بھی آگے فاشزم کا ایک نمونہ ہے جس کا مظاہرہ ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں ممکن نہیں جہاں باسانی اسپین، اسرائیل، برما، جنوبی افریقہ اور فجی کی تاریخ نہیں دہرائی جاسکتی کہ وہاں اول اقلیتوں کو بزور شمشیر ملک سے بے دخل کردیا گیا پھر جو باقی رہ گئیں ان کو اپنی زبان اور تہذیب سے محروم کردیا گیا۔ اس کا ایک آسان طریقہ فرقہ پرستوں نے یہ تلاش کرلیا ہے کہ وقت بے وقت پاکستان اور بنگلہ دیش کے دراندازوں کو ملک سے نکالنے کا مطالبہ کیا جائے اور قوم کو یہ تاثر دیا جائے کہ یہ کام نہیں ہوا تو مادر وطن کی سالمیت اور استحکام کو خطرہ لاحق ہوجائے گا اس کی ایک مثال پروفیسر بلراج مدھوک جیسے لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ دو کروڑ سے زائد درانداز ہندوستان میں موجود ہیں جنہیں حکومت جلد سے جلد نکال کر ملک سے باہر کردے۔ پہلے یہی الزام بعض سرحدی ریاستوں مثلاً آسام، مغربی بنگال اور بہار کے بارے میں لگایا جاتا تھا لیکن اب اس کو پورے ہندوستان پر منطبق کیا جارہا ہے تاکہ ہر ریاست کی اقلیتیں خاص طور پر مسلم اقلیت کو شک وشبے کی نظر سے دیکھا جانے لگے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی گجرات اور اڑیسہ کے فسادات ہیں جس میں انتظامیہ کی سرپرستی میں مسلم اور عیسائی اقلیتوں کو تباہ وبرباد کیا گیا اور اس پر پوری دنیا کے احتجاج کے باوجود مرکزی و ریاستی حکومتوں کو کوئی شرمندگی نہیں ہوئی۔

لیکن اکثریت اوراس کی جارح تنظیموں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اقلیتیں اکثریت کی یلغار سے کبھی ختم نہیں ہوتیں بلکہ وہ اپنے طور پر زندہ و پائندہ رہتی ہیں کیونکہ عموماً وہی حق پر بھی ہوتی ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ ظالم خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہواس کی عمر کوتاہ ہوتی ہے۔

سنگھ پریوار اپنے تربیتی کیمپوں میں نازی جرمنی کی جس مثال کو اکثر وبیشتر اپنے سیوم سیوکوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور مذہب ونسل کی بنیاد پر وہاں ہٹلر نے یہودیوں کا جو حال کیا اس سے ہندوا کثریت کو اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے خلاف صف آراء کرنے کا کام انجام دیتا رہا ہے۔ اس میں یہ حقیقت پوشیدہ ہے کہ ہٹلر کی تمام کارروائی یہودیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں ناکام رہی اس کے برعکس خود ہٹلر اپنے سارے فاشسٹ فلسفہ کے ساتھ ماضی کی تاریخ کا ایک حصہ بن گیا۔ یہی حال یقیناً ان لوگوں کا بھی ہونے والا ہے جو آج مذہب ونسل کے نام پر اقلیتوں کو نشانہ بنانے کی مہم چلارہے ہیں۔ ●●

# ڈیجیٹل اسلامی وسائل

یونیورسٹی آف ایکسیٹر کی ایک حالیہ تحقیقی رپورٹ کے نتیجے میں اب آن لائن اسلامی متون تک رسائی مزید آسان ہوسکے گی۔ حکومت برطانیہ کی جانب سے گزشتہ دنوں اسلامیات کو نہایت اہم موضوع قرار دیے جانے کے بعد یونیورسٹی آف ایکسیٹر کے انسٹی ٹیوٹ آف عرب اینڈ اسلامک اسٹڈیز کی جانب سے مذکورہ تحقیقی پروجیکٹ پر عملدرآمد شروع کیا گیا تھا۔

جنوب مغربی انگلینڈ میں واقع ایکسیٹر یونیورسٹی کی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ تقریباً دس ہزار اسلامی متن وماٴخذ انٹرنیٹ پر موجود ہیں لیکن نہ صرف ان تک رسائی وقت طلب ہے بلکہ ان سے استفادہ کرنا بھی خاصا مشکل کام ہے۔ محققین کی تجویز کے مطابق ایک ایسے مرکزی پورٹل کی اشد ضرورت ہے جو ماہرین وطلباء کی رہنمائی کرے اور اسلامی علوم و متعلقہ متون تک انہیں پہنچاسکے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسلامی ویب سائٹس ایسے ماٴخذ کی موجودگی کو یقینی بنائیں جو بسا اوقات قلیل عرصے کے لئے ہی پیش کئے جاتے ہیں۔ اس اقدام سے اسلامی موضوعات پر کام کر رہے افراد تو مستفید ہوں گے ہی نیز برطانوی مسلم برادری بھی اس سے فائدہ اٹھاسکے گی۔

یونیورسٹی لائبریرین اور ڈیجیٹل اثاثہ جات کے ناظم احمد ابوزید کہتے ہیں: ''ہماری تجویز ہے کہ برطانیہ کی اسلامی تنظیموں کی سبھی ویب سائٹس کا علمی مقاصد کے لئے ذخیرہ کیا جائے کیونکہ ایسی کئی ویب سائٹس قلیل عرصے کے لئے منظر عام پر آتی ہیں اور حصول علم کے لئے اکثر وبیشتر ان سے دوبارہ رجوع کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس تجویز کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ اس طریقے سے ہم برطانوی مسلم برادری کے ورثے کا بھی تحفظ کرپائیں گے''۔ انھوں نے مزید بتایا کہ اسلامیات سے متعلق برطانوی مقالوں کو ڈیجیٹل قالب میں ڈھالنے کی تجویز بھی اس پروجیکٹ کا حصہ ہے۔

اسلامیات کے تحت مجموعی اعتبار سے اسلامی تاریخ، علوم وفنون ، قانون، فلسفہ، سائنس، مالیات، سماجیات و سیاسیات کے ساتھ ساتھ جدید اسلامی فکر جیسے موضوعات آتے ہیں۔ اسی پس منظر میں ایکسیٹر یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات وعلوم عربی کے ذریعے اس بات کا جائزہ لیا گیا تھا کہ کس نوعیت کے تحقیقی ماٴخذ نیز متن ڈیجیٹل قالب میں موجود ہیں اور کس طرح استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ مذکورہ تحقیق کے اس پہلو کا مطالعہ ایکسیٹر یونیورسٹی کے لائبریرین برائے علوم مشرق وسطیٰ پال آکٹرلونی کی رہنمائی میں کیا گیا، جس کے تحت یہ جائزہ بھی لیا گیا کہ برطانوی یونیورسٹیوں میں طلباء کس قسم کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ حال ہی میں مکمل ہوئے تحقیقی مقالوں کے حوالہ جات بھی اس ضمن میں زیر غور لائے گئے۔ محققین نے پایا کہ ''انسائیکلو پیڈیا آف اسلام'' اور 'انڈیکس اسلامکس' جیسے اہم علمی ذرائع ڈیجیٹل طور پر مہیا ہیں اور تحقیق کے لئے وسیع سطح پر زیر استعمال بھی لائے جارہے ہیں۔ مذکورہ پروجیکٹ کا مقصد ایسے وسائل کی نشاندہی بھی تھا جو محققین کو مطلوب ہوں تاکہ ترجیحی طور پر ایسے مواد کو ڈیجیٹل قالب میں ڈھالا جائے۔ لیکن تحقیقی ٹیم اس بات کا پتہ لگانے میں کامیاب نہیں ہوسکی کہ کون کون سی کتابوں کو ڈیجیٹل طور پر مہیا کرایا جائے کیونکہ اسلامیات کی تدریس کے لئے ایک ہی انداز کے مواد کا استعمال نہیں کیا جارہا ہے۔

پال آکٹرلونی کہتے ہیں: ''ہم نے یہ جاننے کی بھی کوشش کی کہ برطانوی اساتذہ اور اسلامیات کے محققین کو کس قسم کی چیزوں کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے تاکہ مطلوبہ اشیاء جیسے کہ کتابوں، مخطوطوں، آڈیو ویژول مواد و حوالہ جاتی کتب کو'ای بکس' اور ڈیجیٹل ذرائع کی مدد سے فراہم کیا جاسکے''۔ انھوں نے مزید کہا: ''اگر ہم ایسی ویب سائٹ کے ساتھ ترسیلی روابط فراہم کرسکیں جہاں مطلوبہ مواد موجود ہیں تو یہ نہ صرف برطانوی اعلیٰ تعلیم کی خدمت کا کام ہوگا بلکہ برطانیہ کی مسلم برادری بھی اس سے مستفید ہوسکے گی''۔

تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ ویب سائٹ جیسے وسائل کا استعمال خاطرخواہ بڑھتا جارہا ہے۔ ۹۴ فیصد افراد ایسے تھے جو اسلامی تنظیموں کی انگریزی ویب سائٹس سے استفادہ کررہے تھے حالانکہ درسی کتابوں کی طرح کوئی ایسی مخصوص ویب سائٹس کی نشاندہی بھی نہیں کی جاسکی جس کا استعمال زیادہ کیا جارہا ہو۔

حالیہ عرصے میں یونیورسٹی کی جانب سے مشرق وسطیٰ کے علمی ذخیرے کی شمولیت بھی تحقیقی لائبریریوں کے مرکزی کیٹلاگ کوپیک میں کی گئی ہے جس کے باعث عربی علوم اور اسلامیات سے متعلق درس وتدریس میں بہتری متوقع ہے۔ یونیورسٹی کے مشرق وسطیٰ ذخیرے میں ساٹھ ہزار سے زائد وسائل بشمول اخبارات ورسائل، سرکاری دستاویزات، نقشے اور آٹھ سو سے زائد فلموں کے ویڈیو اور ڈی وی ڈی وغیرہ بھی شامل ہیں۔

(برٹش جائزہ نیوز ڈیسک)

# میزائل حملوں پر پاکستان کا احتجاج

لندن۔ بی بی سی اردو سروس نے اسلام آباد میں مقیم اپنے نمائندے شہزاد ملک کے حوالے سے یہ خبر دی ہے کہ پاکستان نے قبائلی علاقوں میں جمعہ (۲۳رجنوری) کے روز امریکی طیاروں کی طرف سے کئے گئے میزائل حملوں پر شدید احتجاج کرتے ہوئے اپنے اس بیان کو دہرایا ہے کہ پاکستانی علاقوں میں امریکی حملے برداشت نہیں کئے جائیں گے۔ سنیچر (۲۴رجنوری) کو پاکستان میں امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن کے ساتھ ملاقات میں صدر آصف علی زرداری نے کہا کہ اس طرح کے حملوں سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں تعاون متاثر ہوسکتا ہے۔

پاکستانی صدر زرداری نے اس عزم کو دہرایا کہ قبائلی علاقوں میں پناہ لئے ہوئے شدت پسندوں کے خلاف کارروائی کا حق صرف پاکستانی اداروں کو ہی ہے۔ انھوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ نئی امریکی انتظامیہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں امریکی جاسوس طیاروں کی بمباری رکوائے گی۔ پاکستانی صدر نے امریکی سفیر پر واضح کیا کہ امریکی طیاروں کے حملوں کی وجہ سے موجودہ حکومت پر شدید دباؤ ہے جبکہ پارلیمنٹ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے حوالے سے ایک مشترکہ قرارداد بھی پاس کرچکی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کی سرزمین پر امریکی یا ناٹو فورسیز کی طرف سے کئے جانے والے حملے ملک کی سالمیت پر حملے تصور کئے جائیں گے۔

واضح رہے کہ وزیرستان کے علاقے میں امریکی طیاروں کے میزائل حملوں میں چار غیرملکیوں سمیت بارہ افراد جاں بحق ہوگئے تھے۔ ایوان صدر کے ذرائع کے مطابق صدر نے امریکی سفیر پر واضح کیا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے کثیرالجہتی پالیسیوں پر عملدرآمد کی ضرورت ہے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستانی حکومت ان شدت پسندوں کے ساتھ مذاکرات کررہی ہے جو ہتھیار پھینک کر حکومت کی عملداری کو تسلیم کررہے ہیں۔ حکومت کا دعویٰ ہے کہ ایسی ہی کثیرالجہتی پالیسیوں پر عمل کرتے ہوئے پاکستان کے قبائلی علاقوں میں امن وامان کی صورتحال میں بہتری آئی ہے۔

## پی ایم او کا اہلکار گرفتار

نئی دہلی۔ وزیراعظم کے دفتر کے ایک اہلکار کو مبینہ مالی بدعنوانی کے سلسلے میں گرفتار کیا گیا ہے۔ پولیس نے اس کیس کے سلسلے میں وکاس رانا کو گرفتار کیا ہے جو پی ایم او کے اکاؤنٹ سیکشن میں اپر ڈویژن کلرک کے طور پر تعینات تھا۔ ذرائع کے مطابق رانا کو دہلی پولیس کی اقتصادی جرائم شاخ نے گرفتار کیا۔

دعوت

۲۸رجنوری ۲۰۰۹ء

# تیسرا محاذ

لوک سبھا کے عام انتخاب کے مدنظر سابق وزیراعظم ایچ ڈی دیوے گوڑا نے ملک میں ایک تیسرا محاذ کھڑا کرنے کی کوششیں شروع کردی ہیں جو کانگریس اور بھارتیہ جنتا پارٹی کا متبادل بن کر عوام کے سامنے آسکے اور ایک موثر سیاسی قوت بن کرابھر سکے۔ انھوں نے اپنی کوششوں کا آغاز جنوب سے کیا ہے۔ آندھرا پردیش میں اس سلسلے کا ایک سیاسی اجتماع ہوچکا ہے۔ فی الحال انھوں نے اپنی ان کوششوں کو جنوب تک محدود رکھا ہے اور اپنی توانائیاں جنوب کی ریاستوں پر ہی مرکوز رکھی ہیں لیکن اس کے اشارے مل رہے ہیں کہ وہ شمال کی طرف بھی آئیں گے۔ راجدھانی نئی دہلی میں اخبار نویسوں کے ساتھ انھوں نے ایک بات چیت میں اس کا عندیہ ظاہر کیا ہے۔ اطلاعات یہ ہیں کہ انھوں نے جنتا دل (سیکولر) جس کے وہ خود سربراہ ہیں، آل انڈیا دراوڑ منیتر کژگم، تیلگو دیسم پارٹی اور بائیں بازو کی پارٹیوں سے رابطہ کیا ہے اور انہیں جوڑنے کی کوششیں کررہے ہیں۔ دہلی میں انھوں نے اخبار نویسوں سے گفتگو کے دوران اپنا ایجنڈا اور اپنی حکمت عملی و پروگرام بتایا۔ جس کی رو سے وہ ملک کے مختلف حصوں میں عوامی ریلیوں کے ذریعے باشندگان ملک تک اور دوسرے لفظوں میں رائے دہندگان تک یہ پیغام پہنچانا چاہتے ہیں کہ ملک کو تیسرے محاذ کی سخت ضرورت ہے اس لئے کہ کانگریس کی سربراہی والے محاذ یو پی اے اور بی جے پی کی سربراہی والے محاذ این ڈی اے دونوں نے عوام کو مایوس کیا ہے۔ بی جے پی جہاں فرقہ پرست ایجنڈے پر گامزن ہے تو کانگریس استعماری پالیسیوں کو آگے بڑھارہی ہے اور یہ دونوں عوامی امنگوں کے بالکل برعکس ہیں۔ اس لئے ان دونوں سے اب ملک کا بھلا نہیں ہونے والا ہے اور ان دونوں سے دور رہنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے وہ غیر کانگریس اور غیر بی جے پی سیاسی عناصر کو جوڑنے میں لگے ہوئے ہیں۔

ملک میں تیسرے محاذ کی تشکیل کی کوششیں مختلف اوقات میں مختلف اشخاص اور پارٹیوں کی جانب سے کی جاتی رہی ہیں۔ کچھ دن پہلے بائیں بازو کی جانب سے بھی ایسی ہی ایک کوشش کی جارہی ہے، یعنی غیر کانگریس اور غیر بی جے پی منتشر سیاسی عناصر کو جوڑنے کی کوشش لیکن ابھی تک اس میں خاطر خواہ کامیابی نہیں مل سکی ہے۔ اس سے پہلے ملائم سنگھ یادو نے بھی ایسی ہی ایک کوشش کی تھی اور ایک محاذ تشکیل بھی دیا گیا تھا جس میں ملائم سنگھ یادو کی پارٹی کے علاوہ وہ تمام جماعتیں تھیں جن کو اب مسٹر دیوے گوڑا جوڑنے کی کوشش کررہے ہیں لیکن یہ محاذ بھی مفادات کی مار نہیں جھیل سکا اور جلد ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگیا جب خود مسٹر ملائم سنگھ یادو اس سے نکل گئے اور انھوں نے ہند۔ امریکہ غیرفوجی جوہری معاہدے کے سوال پر کانگریس کا دامن تھام لیا۔ کبھی تیسرے محاذ کا حصہ رہنے والی متعدد پارٹیاں اس وقت یا تو این ڈی اے میں شامل ہیں یا یو پی اے کا حصہ ہیں۔ فی الحال این ڈی اے اور یو پی اے کے ٹوٹنے کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں حالانکہ این ڈی اے میں بے چینی ضرور پائی جاتی ہے۔ اسی طرح یو پی اے کی بعض پارٹیاں بھی کانگریس سے اپنے عدم اطمینان کا اظہار کرچکی ہیں۔ تیسرے محاذ کو اقتدار بھی ملا لیکن اس کا تجربہ بھی کچھ اچھا ثابت نہیں ہوا، ان میں سے بعض تجربے تو اس وجہ سے ناکام ہوئے کہ اس میں بی جے پی جیسے عناصر شامل تھے اور نہایت نازک گھڑی میں انھوں نے محاذ سے علیحدگی اختیار کرلی اور بعض تجربوں کو کانگریس نے ناکام بنایا، خود تیسرے محاذ کے ساتھ بھی یہ مسئلہ ہے کہ یہاں لیڈر شپ کا زبردست فقدان ہے۔ کوئی ایسی قدآور سیاسی شخصیت اس کے پاس موجود ہی نہیں ہے جو اس محاذ کو قائم و برقرار رکھ سکے۔ مسئلہ منتشر سیاسی عناصر کو صرف جوڑنے کا نہیں ہے بلکہ انہیں نازک لمحات اور آزمائشی گھڑیوں میں بھی برقرار رکھنے کا ہے۔ سیاسی عناصر مفادات کے تحت ایک جگہ جمع تو ہوجاتے ہیں لیکن جب انہیں یہ نظر آتا ہے یا محسوس ہونے لگتا ہے کہ ایک جگہ جمع رہنے میں سیاسی فائدہ نہیں ہے بلکہ سیاسی فائدہ کہیں اور ہے تو ادنیٰ تامل کے بغیر محاذ سے الگ ہوجاتے ہیں۔ ایسا بار بار ہوتا رہا ہے۔ اس لئے اس نے بھی اپنا اعتبار کھودیا ہے۔

فکر معاصر

## غیر محفوظ ہندوستانی

آج کل غیر ممالک میں رہنے والے ہندوستان نژاد افراد کی جان ہر جگہ خطرے میں نظر آتی ہے۔ امریکہ اور افریقہ کے مختلف شہروں میں لوگ آسانی سے انہیں اغوا کرلیتے ہیں، قتل کردیتے ہیں، اس کے باوجود بے بسی ہے کہ ہندوستانی اپنا گھر بار چھوڑ کر دوسرے ممالک میں رہنے کے لئے مجبور ہیں اس سلسلے میں جہاں غیر ممالک میں رہنے والے ہندوستان نژاد افراد کو ہمہ وقت ہوشیار رہنا چاہئے وہیں حکومت ہند پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے ملک کے شہریوں پر جگہ جگہ طرح طرح ہونے والے حملوں پر دوسرے ممالک کو متوجہ کرکے ان سے ان کی حفاظت کے لئے مناسب بندوبست کی اپیل کرے۔ گزشتہ دنوں آسٹریلیا اور امریکہ میں ہندوستانی طلباء کو بلاسبب ہی بے دردی سے قتل کردیا گیا اور اب تک یہ نہ معلوم ہوسکا کہ ایسا کیوں ہوا، اس کا مقصد کیا تھا۔ کچھ دن پہلے ہی آندھرا پردیش کے ایک طالب علم کو امریکہ میں قتل کردیا گیا۔ سمندری لٹیروں کی بھی شہ زوری بڑھ رہی ہے کچھ عرصے پہلے ہی صومالیہ کے بحری قزاقوں نے ایک بحری جہاز کو اغوا کرکے ہندوستانیوں کو اپنے قبضے میں کرلیا۔ بڑی مشکل سے ان کو آزاد کرایا جاسکا لیکن اس واردات کو دو ہی ماہ گزرے تھے کہ پھر خبر آئی کہ تین ہندوستانیوں کو کینیا کے قریب اغوا کرلیا گیا۔

جمعہ کی شب کینیا کے قریب اغوا کئے گئے ہندوستانیوں میں سے ایک رشتہ دار نے خبر دی کہ ”ایم وی الفا نیارا“ نام کے ایک بحری جہاز کو ۹؍جنوری کو کینیا کے ساحل کے قریب اغوا کرلیا گیا۔ اس جہاز کو اغوا کرکے اس میں آٹھ کینیائی شہریوں کو تو چھوڑ دیا گیا مگر تین ہندوستانیوں کو اپنے قبضے میں کرلیا گیا ہے۔ اس جہاز پر کل گیارہ ہی آدمی تھے جن میں صرف تین ہی ہندوستانی تھے۔

جس جگہ ہندوستانی جہاز کو اغوا کیا گیا وہ خلیج عدن سے تھوڑی دور واقع ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں ہندوستانی بحریہ کے گشتی جہاز نہیں جاتے۔ مچھلی پکڑنے والا چھوٹا جہاز کینیا کا بتایا گیا ہے لیکن اس کا کیپٹن ہندوستانی تھا اور ایک انجینئرؒ ایک اور سوار بھی ہندوستانی تھا اغوا کرنے والوں نے ان ہی تینوں کو اپنے قبضے میں کرلیا ہے اس سلسلے میں ہندوستانی بحریہ کے سربراہ ایڈمیرل سریش مہتہ نے اخبار نویسوں کو بتایا کہ انہیں یہ نہیں معلوم کہ اس جہاز پر کینیا کا بھی کوئی شہری تھا لیکن یہ ضرور معلوم ہوا ہے کہ کیپٹن انجینئرؒ اور ایک سوار ہندوستانی تھا ان کا کہنا ہے کہ واردات عدن کی خلیج کی حدود سے باہر ہوئی ہے۔ اغوا کئے گئے ایک شخص کے بھائی جارج نے بتایا کہ لٹیروں نے جہاز پر سوار باقی آٹھ کینیائی شہریوں کو چھوڑ دیا تھا۔ جارج کا تعلق تامل ناڈو سے ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسے اپنے بھائی کے اغوا کی خبر واردات کے ایک دن بعد ملی اس نے یہ بھی بتایا کہ جس کمپنی کا جہاز ہے اس کے مالک نے اغوا کرنے والوں کو کوئی رقم دینے سے صاف انکار کردیا ہے جس سے تینوں ہندوستانیوں کی جانیں خطرے میں ہیں۔ اغوا کیا گیا کیپٹن سمجھا جاتا ہے کیرلا کے کوٹائم کا رہنے والا ہے اور اس کا نام سبتین ہے۔ تینوں اغوا کئے گئے ہندوستانیوں کو ہندوستانی ذمہ داروں کے رویے سے سخت مایوسی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ انہیں کوئی ڈھارس نہیں بندھائی گئی اور نہ ہی اغوا لوگوں کو رہائی دلانے کے لئے کچھ کرنے کی بات کہی گئی ہے۔

اغوا ہوئے ہندوستانیوں کے رشتہ داروں نے پولیس کمشنر سے رابطہ قائم کرکے ان سے ہر ممکن مدد فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے پولیس کمشنر کا کہنا ہے کہ وہ وزارت خارجہ سے ضابطے کے مطابق رابطہ قائم کرکے کچھ کرنے کی کوشش کریں گے۔ دریں اثنا ہندوستانی بحریہ کے سربراہ ایڈمیرل سریش مہتہ نے کہا ہے کہ ہندستانی بحریہ اغوا کئے لوگوں کو آزاد کرانے ہر ممکن کوشش کرے گی۔

(روزنامہ ”آگ“، لکھنؤ)

# تحریک شہیدین اور دعوت دین

**آصف تنویر تیمی**

تحریک شہیدین پر کم وبیش دوسو سال گزر جانے کے بعد بھی آج تک لوگوں کی زبانوں پر اس کا ذکر جمیل اسی طرح ہوتا ہے جیسے کہ ابھی ابھی چند دنوں قبل کی بات ہو۔ ملک اور بیرون ملک میں کوئی بھی سیمینار، کنونشن اور کانفرنس جس کا کسی بھی اعتبار سے جنگ آزادیٔ ہند اور اس کے عمائدین سے تعلق ہو ممکن ہی نہیں کہ بلا اس تحریک کے تذکرے کے پوری ہوجائے۔ تحریک شہیدین کے جیالوں کی ہی جلائی ہوئی قندیلوں سے ہمارا ملک ہندوستان ۱۹۴۷ء میں آزادی کا تاج اپنے سر پر باندھنے کے قابل ہوسکا۔ اگر انھوں نے اپنے فولادی عزم وارادہ سے غلام ہندوستان کی غلامی کی زنجیروں کو پاش پاش نہ کیا ہوتا تو آج ہمارا ملک آزاد فضا میں سانس نہ لے پاتا۔ تحریک شہیدین پر کئی ناحیوں سے گفتگو کی جاتی ہے۔ بنیادی طور پر یہ تحریک آزادیٔ ہند کی اہم کڑی تصور کی جاتی ہے۔ جو کہ مبنی برحق ہے لیکن اس تحریک کے بنیادی مقاصد میں سے دعوت وتبلیغ بھی رہا ہے۔ بدقسمتی سے مقررین ومصنفین نے اس جانب بہت کم توجہ دی ہے جس کی وجہ سے تحریک شہیدین کے دعوتی کارنامے اور ان کی حصولیابی اس طرح نہیں نکھر سکی جو کہ اس کا حق تھا۔

جس پرآشوب ماحول اور حالات میں شہیدین نے اپنی تحریک کا آغاز کیا وہ کسی بھی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے سازگار نہیں کہے جاسکتے۔ مسلمان تمام ہی شعبۂ زندگی میں تنزل کے شکار تھے۔ دینی، اخلاقی اور سیاسی ہر ناحیہ سے انہیں اصلاح اور رہنمائی کی ضرورت تھی۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ رقمطراز ہیں: ”تیرہویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہورہی تھی دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم وبدعات کا زور تھا۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد بریلویؒ کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدیدِ دین کی نئی تحریک شروع کی۔ یہ وقت تھا جب سارے پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ان دو بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی۔ جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے“۔ (مقدمہ تحریک شہیدین، جلد۱، صفحہ ۴۰)

اس دور میں سماج میں کوئی ایک برائی پھیلی ہوئی نہ تھی بلکہ بے حیائیوں اور گناہوں کے جو بھی کام ہوسکتے ہیں، ساری انسانی دنیا بشمول مسلمان ملوث تھی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں: ”اگر ”شرک جلی“ دنیا میں کوئی چیز ہے، اور لغت اور عرف وشرع میں اس کے کچھ معنی ہیں تو وہ صاف صاف مسلمانوں میں کثرت سے موجود تھی۔ قبروں اور مردوں کے متعلق ایک مستقل شریعت بن گئی تھی۔ جس کے واجبات اور مستحبات میں انہیں سجدہ کرنا، ان سے دعاء مانگنا، بوسہ دینا، نذریں اور چادریں چڑھانا، منتیں ماننا، قربانیاں کرنا، طواف کرنا، گانا بجانا، میلہ لگانا، تہوار (ہندوانہ) منانا، چراغاں کرنا، عورتوں کا جمع ہونا اور مختصر اور صحیح الفاظ میں ان کو قبلہ وکعبہ اور ملجا وماوی سمجھنا تھا۔ اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے متعلق وہ سب عقائد وخیالات موجود تھے۔ جن کی وجہ سے نصرانی، یہودی اور مشرکین عرب بدنام ہیں۔ ہندوؤں اور شیعوں کی بکثرت رسوم مسلمانوں کی معاشرت کا جز بن گئی تھیں۔ اور ان سے مشکل سے کوئی گھر خالی تھا، ان کی پابندی قرآن وحدیث اور اسلامی فرائض سے زیادہ کی جاتی تھی۔ شرک وبدعت اور اسراف وجہالت ان کے اجزائے ترکیبی تھے“۔ (تحریک شہیدین جلد۱، صفحہ ۶۸۔۶۹)

ایسے ماحول میں دعوت کے علم کو سنبھالنا اور اپنوں کے ساتھ ساتھ غیروں کو بھی حق کی دعوت دینا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ جہاں معمولی رسم کی خلاف ورزی کرنے پر آدمی کو اپنی جان کی قربانی دینی پڑسکتی تھی۔ لوگوں کی ذہنیت اتنی بگڑ چکی تھی کہ وہ اپنے آباء واجداد اور پیرومرشد کے خلاف کوئی بھی بات سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ حدیث وقرآن پاک کی باتیں ان کے نزدیک ثانوی درجہ کی چیزیں تھیں جس کے پڑھنے اور سمجھنے کا حق معاشرے میں صرف چند لوگوں تک محدود تھا۔

ایسے پرخطر ماحول میں تحریک شہیدین کے روح رواں سید صاحب اور ان کے مشیر خاص شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دیگر معاونین کے تعاون اور اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید سے دعوت کی کمان کو سنبھالا، ہر چیز کو داؤ پر لگا کر اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین کی بالادستی کا عزم مصمم کرلیا۔ بریلی، دہلی، بنگال، پنجاب، سندھ کے علاقے خاص طور سے آپ کے دعوتی مراکز قرار پائے۔ آپ جہاں بھی پڑاؤ ڈالتے لوگوں کا ایک ہجوم ہوتا۔ جو آپ سے کتاب وسنت کی باتیں سنتے۔ اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کی سعی کرتے اور اپنے ہم نشینوں میں سے بھی جن کو مناسب خیال کرتے دور دراز اور قرب وجوار کے علاقوں میں دعوتی اغراض کے تحت روانہ فرمایا کرتے تھے۔

تحریک شہیدین کے لالہ وگہر کی شبانہ جدوجہد سے چند ایسے رسوم کا بھی خاتمہ ہوا جن پر خاندان ولی اللہی میں بھی عمل ہوتا تھا۔ جیسے سلام مسنون اور نکاح بیوگان کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ کا خاندان بھی عوام الناس کے طریقے پر تھا اور اس کی بہت سی مثالیں کتابوں میں موجود ہیں، اشارہ کافی ہے۔ خالد گھرجاکھی رقم طراز ہیں: ”چونکہ یہ تحریک کوئی سیاسی تحریک نہ تھی، جس کا کام ملک گیری ہو اور نہ ہی صرف تبلیغی تحریک تھی جو سیاست سے روشناس ہی نہ ہو، بلکہ یہ ایک تجدیدی تحریک تھی جس کے سامنے بیک وقت لوگوں کی اصلاح کا پروگرام بھی تھا اور ایسی حکومت کا قیام بھی تھا جو خالص کتاب وسنت کے قانون کی حامل ہو۔ چنانچہ ان دنوں بعض علماء نے یہ فتویٰ دے رکھا تھا کہ اب حج فرض نہیں رہا۔ کیونکہ انگریزوں وغیرہ سے جنگوں نیز اپنی خانہ جنگیوں کی وجہ سے راستہ مخدوش ہے۔ نیز ہندوانہ ذہنیت کی وجہ سے بیوہ عورتوں کا نکاح بھی معیوب سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس رسم بد کو اپنے ہی گھر سے توڑا اور گھر میں جو بیوہ تھیں ان کا مناسب جگہوں پر نکاح کردیا۔ اس کے بعد جلد ہی حج کا اعلان فرمایا کہ آئندہ سال ہم چار صد افراد حج کو جائیں گے“۔ (سوانح مولانا فضل الٰہی، جلد۱، صفحہ ۳۱)

شہیدین کی تحریک سے منسلک مبلغین عالم باعمل، کتاب وسنت کے شیدائی، لوگوں کے لئے بہترین نمونہ تھے۔ ان حضرات سے عوام اسی طرح ٹوٹ کر محبت کرتے تھے جیسے کوئی اپنے اکلوتے بیٹے سے کرتا ہے۔ اگر ان سبھوں کے نام گنائے جائیں تو ایک لمبی فہرست تیار ہوسکتی ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ، مولانا عبدالحئی، مولوی محمد یوسف، مولانا ولایت اور عنایت علی وغیرہم باضابطہ طور پر جہاد کے ساتھ ساتھ دعوتی امور کے لئے متعین تھے۔ جن کے ہاتھوں اللہ کی توفیق سے سینکڑوں کی قسمت سنور گئی۔ ان گنت شہروں، بستیوں اور خاندانوں سے شرک وبدعت کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ گمراہیوں کا ازالہ ہوا اور لوگ کشاں کشاں راہ راست کی طرف آنے شروع ہوگئے۔ تحریک شہیدین کی دعوت دین کے ثمرات وبرکات کسی شمار وقطار میں آنے والی نہیں۔ علیم ناصری نے کسی حد تک تحریک شہیدین کے دعوتی کارناموں کو منظوم شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے:

بڑے چھوٹے دیہات اور شہر ان کی راہ میں آئے
جہاں ٹھہرے وہیں اللہ کے احکام پہنچائے
عوام الناس کو توحید کی تبلیغ فرمائی
حدیث مصطفیٰ غفلت زدہ لوگوں کو پہنچائی
عقائد کی کجی کی ہر طرح تردید فرمائی
بڑی شفقت سے ترک شرک کی تاکید فرمائی
جو رسمیں ہندوؤں کی تھیں مسلمانوں سے چھڑوائیں
نبیؐ کی سنتیں جو مٹ چکی تھیں تازہ کروائیں
وہ جن کے مشرکانہ کام تھے سارے بدلوائے
جو سیدھے راہ سے بھٹکے ہوئے تھے راہ پر آئے
جہاں بھی سید احمد اور ان کے ہمنوا پہنچے
وہاں ان کے جلو میں چل کے انوار خدا پہنچے
دلوں کی کھیتیاں اس ابر نے سیراب کرڈالیں
زمینیں روح کی جو بنجر تھیں شاداب کرڈالیں
بہار افزا ہوئے ہر سو فلاح کے گلشن
خزاں کی زد میں آئے سب کو کنشت ودیر کے گلشن

(شاہنامہ بالاکوٹ، ص: ۱۱۳)

یقیناً تحریک شہیدین تحریک جہاد کے ساتھ ساتھ ایک دعوتی تحریک بھی تھی۔ جس کے اچھے ثمرات ملک وبیرون ملک میں رونما ہوئے۔ بھٹکے ہوئے افراد صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو عروج حاصل ہوا۔ عقائد بد کا خاتمہ ہوگیا۔ غلط رسوم ورواج مٹ گئے۔

●●

# برقی قوت اور حادثات

شوکت علی سالاری انجینئر
پلاٹ ۱۰۱، عارف کالونی، اورنگ آباد

اللہ کی نعمتوں کا ہم شمار نہیں کرسکتے جو پوری کائنات کا انتظام فرشتوں کے ذریعہ انسان کے لئے کروارہا ہے اور اُس نے بندگی کرنے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اُسی نے انسان کو دماغی قوت دی جس سے انسان ترقی کرتے کرتے بارش کے پانی کا ذخیرہ کرکے بجلی تیار کرچکا ہے جو آسان قیمت پر مہیا ہوتی ہے۔ لیکن ہم اگر اس کا استعمال ٹھیک اور مناسب نہ کریں تو حادثات رونما ہوتے ہیں اور یہی نعمت ہمارے لئے آزمائش اور نقصان کا ذریعہ بنتی ہے۔ جس کا ذکر قرآن میں اس طرح ہے کہ آزمائش اور نقصانات جانی ہوں یا مالی ہوں انسان کے اعمال ہی کی بدولت پیش آتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تو رحم کرنے والا ہے۔ اور رحمٰن ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم برقی قوت اور حادثات کے بارے میں آگاہی حاصل کریں اور اپنے بچوں اور طلباء کو اس سلسلہ کی بنیادی معلومات لازمی طور پر دیں۔ جب بارش گرج اور چمک وگڑگڑاہٹ کے ساتھ بجلی گرنے سے حادثات رونما ہوتے ہیں۔

جیسا کہ آئے دن اخبارات کے ذریعہ ہمیں اطلاع ملتی ہے کہ فلاں شخص درخت کے نیچے کھڑا تھا اور بجلی درخت پر گری اور شخص فوت ہوگیا۔ یا بجلی کسی مکان پر گری اور تمام آلات بلب، فریج، ٹی وی دھماکہ کے ساتھ جل کر شارٹ سرکٹ ہوگیا یا کسی دوکان میں شارٹ سرکٹ سے آگ لگ گئی اور جانی اور مالی نقصان ہوگیا۔ اُن سے بچاؤ کی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہے۔

(۱) اپنا گھر بناتے وقت الکٹرک منصوبہ سازی ضرور کریں اور نئے مکان یا دوکان میں الیکٹرانک ٹیکنیشن کی مدد سے مناسب وائرنگ اور ELCB ارتھ سرکٹ بریکر ضرور لگوائیں جو وائرنگ کو زیادہ گرم ہونے پر یا شارٹ سرکٹ ہونے پر یا جلنے پر خودکار طریقے سے لائن سرکٹ کو علیحدہ کرتا ہے اس طرح حادثے سے بچا جاسکتا ہے۔ حمام میں گیزر (Heater) کا ELCB الگ سے لگوائیں اور حادثہ رونما ہوچکا ہو اگر کوئی شخص وائر سے چپک چکا ہے اور پانی میں ہے تو لکڑی کے سوکھے ڈنڈے سے علیحدہ کریں ورنہ آپ بھی شاک سے محفوظ نہیں رہیں گے تھوڑی کفایت شعاری بڑے نقصان سے نہیں بچاسکتی اور پچھتاوا الگ۔

(۲) آپ کے مکان اور محلّہ کے الیکٹرک پول کے درمیان مناسب فاصلہ ضروری ہے جو بجلی قانون کے مطابق ہو اس طرح محکمہ بجلی کے وائر اور بالکنی یا چھت بجلی قانون کے مناسب سے دی ہوئی ڈوری پر ہی بنوائیں قانون شکنی کی صورت میں آئے دن چھت پر پتنگ اُڑانے والے بچے شاک سے دوچار ہوسکتے ہیں۔ کفایت شعاری کے ساتھ مکان کی آرائش اور جانی ومالی نقصان کا دوربینی سے جائزہ لیں اور اقدامات کریں۔

(۳) کارپوریشن کی طرف سے راستوں پر روشنی کے لئے کم قوت اور زیادہ روشنی والے بلب CFL جو جدید طرز پر ایجاد ہوئے ہیں اپنے محلّہ کے رہنماؤں اور کارپوریٹر وغیرہ سے رجوع کرکے بجٹ کے مطابق ضرور لگوائیں اور اُن سے تعاون کی درخواست کریں۔ جس سے راستے کے بجلی پول کے الیکٹرک وائر بھی گرم نہیں ہوں گے اور الیکٹرک پول پر شارٹ سرکٹ سے (Current) بجلی اُتر آنے سے بچا جاسکتا ہے اور عوامی بچت بھی ہوگی۔ کیونکہ بجلی کی بچت عوام کی بچت ہے۔

(۴) برقی قوت کی معلومات بچوں کو ضرور دیں مثبت رو Ve+ الیکٹرون اور Ve- الیکٹرون آنے سے ہی قوت پیدا ہوتی ہے۔ جو ہمیں نظر نہیں آتی لیکن جیسے ہی ہم اُسے چھوتے ہیں زور کا شاک لگتا ہے جس کو ہم محسوس کرتے ہیں اس میں Tester کے ذریعہ جس میں ایک چھوٹا بلب Ve+ بہاؤ معلوم کرتے ہیں اس کی بچوں کو عملی مشق بھی کروائیں جس سے بچے اپنی معلومات میں اضافہ کریں گے۔

بجلی پیدا کرنے کی دو قسمیں ہیں ایک ڈائریکٹ کرنٹ یعنی D.C. دوسری A.C. الٹرنیٹ کرنٹ D.C کرنٹ کی مثال آپ کی بیٹری سیل ہے جو خشک Cell کے ذریعہ کچھ دن تک ہم استعمال کرتے ہیں اور جدید انورٹر (Invertor) جس میں لیڈ سیل اور ایسڈ (Acid) استعمال ہوتا ہے کیمیائی تغیر کے ذریعہ Cell چارج ہوتے ہیں اور انورٹر قوت دیتا ہے اور یہی طریقہ بجلی ٹرینوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

دماغی حالت بہتر بنانے کے لئے بھی D.C. کرنٹ کے معمولی شاک ڈاکٹر اپنے دواخانوں میں مریض کو دیتے ہیں جس سے دماغی خون کے بہاؤ کو ٹھیک کیا جاتا ہے اور مریض اچھا ہوجاتا ہے۔

●●

# اسرائیلی غنڈہ گردی اور غزہ کے غازی وشہید

**حافظ محمد ادریس**

اے ایف پی کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ کی جنگجو وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس اس وقت حیران بلکہ پریشان ہوگئیں جب انہیں قصر صدارت سے اچانک حکم ملا کہ وہ سلامتی کونسل کی اس قرارداد کی ووٹنگ میں، جس پر سب کا اتفاق ہوگیا تھا، حصہ نہ لے۔ اس کے لئے یہ بات انتہائی ذلت آمیز تھی کیونکہ قرارداد کا پورا مسودہ خود انھوں نے ہی تیار کیا تھا۔ امریکہ اس ووٹنگ میں غیر حاضر رہا۔ اسرائیل کے قاتل وزیر اعظم ایہود اولمرٹ نے اپنی حالیہ تقریر میں اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ۸؍جنوری کو سلامتی کونسل کے اجلاس میں ووٹ نہ دینے کے لئے اس نے امریکی صدر جارج ڈبلیو بش پر دباؤ ڈالا، جو بش نے قبول کرلیا۔ (بحوالہ اے ایف پی، ڈان، ۱۳؍جنوری) اندازہ کیجئے کہ جس امریکی صدر کے سامنے حکمراں ہمیشہ ڈھیر ہوتے رہے ہیں اسے صیہونی وزیر اعظم نے اپنی انگلیوں پر نچادیا ہے۔ اس سے ایک بار پھر یہ ثابت ہوگیا ہے کہ امریکہ بڑا ملک ہونے کے باوجود اپنی رگ جاں کو پنجۂ یہود سے آزاد نہیں کراسکا۔ اس ظالم اور دہشت گرد اسرائیل کے سامنے ڈٹے ہوئے فلسطینی مجاہدین اور غزہ کے غازیوں کو سلام عقیدت پیش کیجئے کہ جو ہر لمحہ اپنے پیاروں بلکہ اپنے شیر خوار جگر گوشوں کے جنازے اٹھاتے ہیں اور ظالموں کے سامنے سر جھکانے سے مکمل انکاری ہیں۔ اے خدائے دیر گیر اپنے ان غیرتمند بندوں کی مدد فرما۔

عالم اسلام کے تقریباً ساٹھ ملکوں میں سے کسی ملک کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ سرکاری سطح پر محصورین غزہ کے دفاع کے لئے کوئی عملی پیش رفت کرسکتا۔ ایران نے بلاشبہ مثبت اشارے تو دیئے ہیں مگر ابھی تک کوئی عملی مظاہرہ سامنے نہیں آیا۔ اگر وہ حکمت کے تحت اس کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تو دوسری بات ہے ورنہ اس وقت مصلحت کے پردے چاک کرنے کا لمحہ آن پہنچا ہے۔ افریقہ کے پسماندہ مسلمان ملک ماریطانیہ (آبادی تیس لاکھ) نے اسرائیلی سفارت خانہ بند کرنے اور اسرائیلی سفارتی عمل کو ملک سے نکل جانے کا حکم دے کر بارش کا پہلا قطرہ بننے کی کوشش کی، مگر اس کی حمایت میں ایک ہی مزید قطرہ منظر عام پر آیا اور وہ جنوبی امریکہ کا ملک وینزویلا ہے، جہاں کا صدر ہوگوشاویز روایتی طور پر امریکہ اور اس کی عالمی غنڈہ گردی کے خلاف ہمیشہ گرجتا رہا ہے۔

وینزویلا امریکہ کے قریب ہی واقع تیل پیدا کرنے والا ملک ہے۔ اس کی آبادی ڈھائی کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ یہاں کے صدر ہوگوشاویز نے غزہ پر اسرائیل کے وحشیانہ مظالم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اپنے ملک میں اسرائیل کا سفارتخانہ بند کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا کہ ان کا ملک مظلوم فلسطینیوں کی ہر ممکن مدد کے لئے اپنی سی کوشش کرے گا۔ شاویز کے اس عمل سے فلسطینی بہت خوش ہیں اور ممنون ہوئے ہیں۔ انھوں نے جگہ جگہ اس کے حق میں تعریفی بینرز لگا رکھے ہیں اور اس کی جرأت اور حق گوئی پر ہر فلسطینی اسے خراج تحسین پیش کررہا ہے۔ دریائے اردن کے مغربی کنارے کے تمام قصبات اور شہروں میں وینزویلا کے قومی پرچم اور شاویز کی تصاویر چوکوں اور چوراہوں میں نظر آتی ہیں۔ وینزویلا کے وزیر خارجہ نکولس میڈورو (Nikolas Maduro) نے عرب ٹی وی چینل الجزیرہ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہودیوں نے ہولوکاسٹ کا جو ڈراما رچا رکھا تھا، اس کی حقیقت کا تو پتہ نہیں البتہ گزشتہ ساٹھ سال سے ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ فلسطینی مظلومین صیہونیوں کے ہاتھوں ہولوکاسٹ سے گزر رہے ہیں۔ عرب ملکوں میں سے اگرچہ اب تک کسی جانب سے اسرائیل کے خلاف جرأتمندانہ اقدام سامنے نہیں آیا مگر اردن اور مصر میں تو اسرائیلی سفارت خانے تک موجود ہیں۔ کئی فلسطینیوں نے یہ بھی کہنا شروع کردیا ہے کہ مصری اور اردنی حکمرانوں سے تو وینزویلا کا عیسائی حکمراں بہتر ہے۔ حسنی مبارک کی حکومت تو اس قدر ملت دشمن ہے کہ اسرائیل کو تمام بنیادی ضروریات بشمول قدرتی گیس وپٹرول یہاں سے فراہم کی جاتی ہیں جبکہ غزہ کے مظلوم مسلمانوں کو مصر میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے۔

غزہ کے فلسطینی جس جرأت اور استقامت کا مظاہرہ کررہے ہیں اس کا تصور بھی ناممکن ہے مگر قرآن پر ایمان رکھنے والے جانتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے مخلص اہل ایمان کی ایک اعلیٰ صفت بیان کی ہے کہ وہ اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ جب یہ لوگ آزمائشوں کے مقابلے میں ثابت قدمی دکھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر اپنے فرشتوں کے ذریعے سکینت نازل کرتا ہے۔ وہ ان سے کہتے ہیں: ”نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش ہوجاؤ جنت کی اس بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم دنیا کی اس زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں جو کچھ تم چاہو تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تم تمنا کروگے تمہاری ہوگی۔ یہ ہے سامانِ ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور الرحیم ہے“۔ (سورہ حم السجدہ، آیت: ۳۰تا۳۲)

خالد مشعل، اسماعیل ہانیہ، موسیٰ ابومرزوق اور دیگر فلسطینی رہنما جس جرأت کے ساتھ ظلم کے اس طوفان کے سامنے ڈٹے رہے ہیں اسے دیکھ کر کون شک کرسکتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے سکینت ہی ہے جس نے انہیں حوصلہ دے رکھا ہے۔ فلسطین کے غیرتمند مسلمان پہلے بھی ان مخلص قائدین کے ساتھ تھے، اب بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اسماعیل ہنیہ کے یہ الفاظ تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ”اسرائیل کے سامنے گھٹنے ٹیکنا خونِ شہیداں سے غداری کے مترادف ہے اس لئے گھٹنے ٹیکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسرائیل کی شکست نوشتۂ دیوار ہے“۔ لبنان کے حسن نصراللہ کے جرأتمندانہ بیانات باعث اطمینان ہیں۔ مگر اس نازک لمحے میں حزب اللہ کو حماس کی عملی مدد کرنی چاہئے۔ گردونواح کے علاقے میں یہی ایک قوت ہے جس سے توقعات وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

●●

## غزہ میں مساجد کی تعمیر

جدہ- خادم حرمین شریفین سعودی عرب کے شاہ عبداللہ نے سعودی عوام اور خاص طور پر تجارتی گھرانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اسرائیلی حملے سے تباہ حال غزہ کی تعمیر نو کے لئے فراخ دلی کا مظاہرہ کریں۔ اس کے ردعمل میں ایک سعودی تعمیراتی کمپنی سوموریئل اسٹیٹ کمپنی نے غزہ میں ۳۰۰ مکانات اور ۳۰ مساجد تعمیر کرنے کی پیش کش کی ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ کمپنی نے اس بابت خادم حرمین شریفین کو مطلع کیا ہے۔

# عالمی سطح پر طاقت کا عدم توازن اور اسکے خطرناک اثرات

**مولانا اسرارالحق قاسمی**

موجودہ دنیا کا حربی طاقت کے لحاظ سے جائزہ لینے کے بعد واضح طور سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رواں صدی میں عالمی سطح پر طاقت کے لحاظ سے بڑی مقدار میں عدم توازن پایا جاتا ہے جسے عالمی امن وسلامتی کے لیے زبردست خطرہ کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ طاقتور اقوام وممالک طاقت کے ذریعہ اپنے حریف ممالک واقوام پر دبدبہ قائم کرنا چاہتے ہیں، یہی صورت حال بعض قبائل اور خاندانوں کے درمیان بھی پائی جاتی ہے۔ البتہ جب دو ملکوں، خطوں اور قوموں میں طاقت کی کمی وبیشی کی وجہ سے لڑائی کی نوبت آتی ہے تو کمزور اقوام وممالک کو نسبتاً زیادہ جانی ومالی دونوں طرح کے نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں ایک طرف طاقت کا ہونا اور دوسری جانب طاقت کا نہ ہونا انتہائی خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر مدمقابل دونوں ممالک طاقتور ہوتے ہیں یا کمزور ہوتے ہیں تو دونوں کی صورت حال ایک جیسی ہوتی ہے۔ طاقتور ملک اپنے حریف طاقتور ملک سے لڑنے کی جلدی سے اس لیے ہمت نہیں کرتا کہ اسے اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ اگر اس نے حملہ کیا تو مدمقابل ملک کی جانب سے بھی اسے منہ توڑ جواب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایسے حالات میں ان دونوں ممالک کے مابین جنگ کے خطرات بہت کم ہوتے ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ طاقت ایسے ملک یا قوم کے پاس ہو جو متحمل مزاج ہو، جو اپنے مفادات کے آگے انسانی تقاضوں کو ترجیح دیتی ہو اور ناجائز طاقت کا استعمال اس کی نگاہ میں گناہ عظیم ہو۔ مثال کے طور پر تاریخ میں بہت سے صالح مسلم خلفاء وسلاطین ایسے گزرے ہیں جنہوں نے بھرپور طاقت سے لیس ہونے کے باوجود بھی کسی کو دبانے یا ستانے کے لیے طاقت کا استعمال نہیں کیا بلکہ طاقت کے ذریعہ انہوں نے انسانیت کا تحفظ کیا۔ اگر مجبوراً انہیں کسی دوسرے ملک سے جنگ کرنی پڑی تو بھی انہوں نے بڑے پیمانے پر تباہی نہ پھیلائی اور عوام کی سلامتی کا پورا خیال رکھا۔ غزوہ بدر میں قید کیے گئے بہت سے دشمنوں کے ساتھ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کا بہترین سلوک اور فتح مکہ کے موقع پر سخت سے سخت دشمنوں کو امان دینا اس کی سب سے بلند ترین مثال ہے۔ یہاں تک کہ اس موقع پر ان کو بھی معاف کردیا گیا جو آپؐ اور آپؐ کے پیچھے فوج لیے پھرتے تھے اور جنہوں نے آپؐ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ اور آپؐ کے اصحاب کو شہید کیا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں دی تھیں۔ اگر آپؐ چاہتے تو ایک ایک سے انتقام لے سکتے تھے لیکن آپؐ نے طاقت کا بالکل استعمال نہیں کیا۔

تشویشناک بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں جن اقوام وممالک کے ہاتھوں میں طاقت ہے ان کے یہاں انسانیت کے تئیں ایسا کوئی جذبہ نہیں پایا جاتا کہ عوام الناس جنگ کے بھیانک نتائج سے محفوظ رہیں بلکہ طاقتور ممالک کے ذریعہ مسلط کی جانے والی جنگوں میں جان بوجھ کر شہری آبادی اور عام لوگوں کو فوجیوں کے مقابلے میں زیادہ نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسرائیل کو دیکھ لیجئے کہ وہ غزہ پر حملے کے دوران عام شہریوں پر حملے کررہا ہے، اسی لیے محض چند دنوں میں اسرائیلی حملوں میں کئی سو معصوم بچے جاں بحق ہوچکے ہیں۔ دیگر وہ ممالک بھی جو جدید ترین ٹکنالوجی سے لیس ہیں اور خطرناک ہتھیار اور بڑی تعداد میں

باقی صفحہ ۶ پر

# جملہ مسائل کے حل کی شاہ کلید

ایم شیزی، نگینہ، بجنور

دور حاضر میں ملک عزیز کو مختلف اور گوناگوں مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ تمام تر کوششوں کے باوجود ہر آن مسائل بڑھتے جارہے ہیں۔ ایسا کون سا مسئلہ ہے جو عوام کو درپیش نہ ہو۔ مہنگائی، بدعنوانی، جرائم، بھوک وافلاس، ناانصافی وجانبداری، ظلم واستبداد، ماحولیات کی کثافت کے علاوہ دہشت گردی جس میں مذہبی دہشت گردی کے ساتھ علاقائی، لسانی، معاشی اور سیاسی دہشت گردی بھی شامل ہیں۔ ان تمام تر سنگین مسائل کی وجہ سے ملک اور عوام بے حال ہوچکے ہیں۔ ہمارا ملک ایک جمہوری ملک ہے، جس کی جمہوریت کی دھاک بلاشبہ تمام دنیا میں قائم ہے۔ ملک کو جمہوری طریقے پر چلانے کے لئے دنیا کے مختلف ممالک کی اہم خصوصیات سے مزین ایک طویل آئین اس کے نفاذ کے لئے منتخب حکومتیں، عدلیہ، انتظامیہ اور سرکاری مشینریوں کا ایک طویل سلسلہ قائم ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود ملک مسائل در مسائل سے دوچار ہوتا جارہا ہے۔ ایک مسئلہ حل نہیں ہوپاتا، دیگر نت نئے مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کمزور عوام بھوک وافلاس اور استحصال کے ساتھ ساتھ ظلم وزیادتی، جبرواستبداد، ناانصافی اور جانبداری کے خار دار سنگی پاٹوں کے بیچ بلبلا رہے ہیں۔ مایوسی اور خودکشی کے رُجحانات میں بہت تیزی کے ساتھ اضافہ ہورہا ہے۔ یہ وہ صورت حال ہے جس سے ملک کا ہر خاص وعام شخص واقف ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملک میں جمہوریت، ممتاز آئین، منتخب مرکزی وصوبائی حکومتوں، عدلیہ، انتظامیہ اور اُن کی مدد کے لئے مختلف سرکاری مشینریاں ہونے کے باوجود یہ سنگین مسائل کیوں پیدا ہورہے ہیں؟ ان کے رکنے کے بجائے بڑھنے کا سبب کیا ہے؟ کیا ان کا علاج ممکن ہے؟ اگر ان مسائل کا حل یا خاتمہ ممکن ہے تو کیسے؟ اور اس کا ذریعہ کیا ہے؟ یہ تمام سوالات انتہائی اہم اور بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ یہ تشویشناک صورت حال ان ارباب دانش عقل وفہم کے لئے قابل غور وفکر ہے جو اپنے قلب میں قوم ووطن کی محبت اور انسانیت کے لئے درد وہمدردی کا احساس رکھتے ہیں جو صرف اپنے لئے ہی نہیں، دوسروں کی بھی دائمی فلاح وکامرانی کے لئے جیتے اور جدوجہد کرتے ہیں۔ جو اپنے آہنی عزم وحوصلوں سے حالات کے مخالف دھاروں کو بھی اپنے موافق کرنے کی طاقت وصلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے نام تاریخ کے اوراق میں سنہری الفاظ میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان کے نقوش قدم زمانوں تک کروڑوں لوگوں کے لئے مشعل راہ بنتے ہیں جو مرنے کے بعد حیات جاوداں حاصل کرلیتے ہیں۔ ایسے ہی غیر معمولی حق کے پرستار، محبت انسانیت، آہنی عزم وحوصلوں کے مالک افراد سے جو نامساعد حالات مخالفت کے طوفان اور شدید تر مزاحمتوں کے باوجود اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے پوری ثبات اور استقامت کے ساتھ جہد مسلسل میں مصروف کار رہتے ہیں کائنات میں ہر آن، ہر لمحے تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

انسانی علم وعقل لامحدود نہیں ہے۔ ان کی حد متعین ہے۔ وہ اپنے مخصوص دائرے یا حد سے باہر جانے سے عاجز وقاصر ہیں۔ انسانی علم وعقل وحواس کی بنا پر اٹل اور لازوال ہونے کا دعویٰ کرنے والے سائنسی، فطری، تہذیبی، تمدنی، سماجی اور معاشی اصول وضوابط کو خود سائنس کی نت نئی ایجادات اور انکشافات کے علاوہ مختلف نظریات اور فلسفوں نے جھوٹا اور باطل ثابت کردیا۔ مثال کے طور پر زمین کی ہیئت اور حرکت، سورج کا غیر حرکت پذیر ہونا، مادّے کی فنا، بقا اور ہیئت، ریاضی کے اُصول، سیاروں کی گردش کے علاوہ دیگر بہت سے دائمی سمجھے جانے والے قدیم نظریات اور سائنس کے اصولوں کی خود جدید سائنس کی تحقیقات نے نفی کردی۔ اسی طرح ڈاروِن، فرائڈ وبکارت، کارل مارکس، فرانسس بیکن، روسیو وغیرہ کے لازوال سمجھے جانے والے نظریات جنہوں نے انسان کو نئی فکر، نئی تہذیب اور تمدن سے روشناس کرایا اور جن کے نتیجے میں دنیا میں بڑے بڑے خونی انقلابات رونما ہوئے اور کروڑوں لوگوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا، آج اپنے ہی گھروں میں دفن ہوکر رہ گئے۔ فطرت کے خلاف پروان چڑھنے والا کوئی بھی نظریہ، کوئی بھی فلسفہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتا۔ اس کے خوشنما غلاف میں پوشیدہ مفسدات، فتن وشرور ہی اس کی فنا وتباہی کا سامان ہوتے ہیں۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی علم وعقل حواس کا دائرہ محدود ہے وہ کائنات کی طرح۔ ارتقاء اور تغیر پذیر ہے۔ وقت کے ساتھ اس میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ نہ وہ ماضی سے واقف ہیں اور نہ حال سے پوری طرح آشنا اور مستقبل کے علم کا تو دعویٰ ہی مضحکہ خیز ہے، تو پھر کس بنیاد پر انسان دائمی دستور حیات انسانی کا دعویٰ کرسکتا ہے؟ جب کہ وہ اپنی روحانی تو کیا مادّی خواہشات وضروریات سے بھی پوری طرح واقف نہیں۔

اس کائنات میں دو قسم کے قانون کار فرما ہوتے ہیں: ایک تکوینی اور دوسرا تشریعی۔ کائنات میں موجود ہر شئے خواہ وہ ایٹم کا کوئی ذرہ ہو یا کوئی بڑے سے بڑا سیارہ کسی بھی قسم کی حیاتیات ہو یا نباتات، یہاں تک کہ تمام انسانی جسم بھی اسی تکوینی قانون کے تابع ہے جو احکام وہدایات ربّ کائنات نے جس جاندار اور بے جان کی فطرت میں ودیعت کئے ہیں وہ چار ونا چار اس کی اطاعت کے لئے مجبور ہے۔ وہ ذرہ برابر بھی قانون فطرت سے انحراف نہیں کرسکتا۔ انسان اس کائنات میں اشرف المخلوقات ہے۔ تمام بے جان اور جاندار مخلوق میں صرف اسی کو ارادہ اور عمل کا اختیار دیا گیا ہے۔ انسان کی جسمانی وروحانی، اخلاقی ومادّی، تہذیبی وتمدنی، سماجی ومعاشی، انفرادی واجتماعی ودیگر تمام ضرورتوں کی تکمیل کے لئے خالق کائنات کی جانب سے جو ضابطہ مقرر کیا گیا ہے وہی تشریعی قانون ہے تاکہ انسان ارادے اور عمل کو افراط وتفریط سے باز رکھتے ہوئے حد اعتدال میں رہ کر فطرت صحیحہ کے مطابق اپنی زندگی کو دائمی فلاح وکامرانی سے ہمکنار کرسکے۔ ربّ کائنات، رحمٰن ورحیم نے اس کائنات میں پائی جانے والی تمام جاندار اور بے جان مخلوق کی بہترین نشوونما، ترقی وپائیداری کے لئے فطری ضابطہ یا تکوینی قانون مقرر فرمایا۔ اسی رب العالمین نے انسانوں کی صحیح ہدایات ورہنمائی کے لئے ہر دور، ہر قوم، ہر علاقہ اور ہر زبان میں اپنے ہادیٔ برحق رسول علیہ السلام کے ذریعہ تشریعی قانون مقرر فرمائے اور اس سلسلہ مبارک کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمایا تاکہ انسان فطرت صحیحہ کے مطابق اپنی زندگی کی تمام تر ضروریات کو اور تقاضوں کو پورے سکون واطمینان اور آزادی کے ساتھ پورا کرکے انسانیت کی معراج حاصل کرسکے۔ ہر نبی کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ انسان تمام معبودانِ باطل، جھوٹے خداؤں اور طاغوتی نظریۂ حیات سے اعلان، بغاوت کرے اور اپنے ربّ حقیقی کے آگے اپنا سر تسلیم خم کردے اور اپنی بندگی واطاعت کو اسی کے لئے مخصوص کردے۔ دراصل یہی انسان کا مقصد حیات اور اس کے ارتقاء کی معراج ہے۔ حقیقی آفاقی تعلیمات ے مسخ ہوجانے کے باوجود آج بھی تمام آسمانی صحیفے اس روشن حقیقت کے گواہ ہیں۔ یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کی گواہی قرآنِ مقدس سے ثابت ہے۔ ہمارے قدیم برادرانِ وطن ہندوؤں میں بھی ”رام راجیہ“ کا ایک تصور موجود ہے جو عدل وانصاف، انسانی مساوات، اخوت ومحبت، ایثار وقربانی، امن وآشتی، خوشحالی وترقی اور انسانی فلاح وبہبود سے مزین ریاست پر مبنی ہے۔

اس طویل گفتگو کا مطلب صرف یہی ہے کہ ملک وقوم کو بیک وقت مذکورہ تمام مسائل سے کلی طور سے نجات دلانے کے ساتھ ہی ملک کو امام عالم یعنی وشوگرو کے دیرینہ خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کی شاہ کلید اور واحد حل خالق کائنات کے دیئے ہوئے قانون اور ضابطوں کا عملی نفاذ ہے۔ تاکہ انسان کے تمام تر انفرادی واجتماعی، مذہبی وروحانی، اخلاقی ومادّی، سیاسی، وسماجی، معاشی واقتصادی، تہذیبی وتمدنی غرض کہ زندگی کے تمام شعبے رب کائنات کی بندگی واطاعت کے تابع ہوجائیں۔ انسانی زندگی کا ایک عظیم تر مقصد یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں کو نیک کاموں کی طرف بلائے اور برے کاموں سے روکے۔ اُن کو باطل معبودوں جھوٹے خداؤں، سرکش طاغوتوں، گمراہ کن نظریات کے مکڑ جال اور ظلمات کے بھنور سے نکال کر روشن، سیدھے اور آسان طریقے سے روشناس کرائے۔ ساتھ ہی حکمت وموعظت، محبت کے ساتھ معبودِ حقیقی کی بندگی میں لانے کے لئے اس کی عطا کردہ صلاحیتوں، توانائیوں اور وسائل کو بروئے کار لاکر جہد مسلسل کرتے ہوئے اپنے فرض منصبی کو انجام دیتا رہے۔ عزم وثبات، ہمدردی، دلسوزی اور قلبی تڑپ کے ساتھ کی جانے والی کوششوں کے نتیجے میں جو نیک ومقدس معاشرہ وجود میں آئے گا وہ تمام برائیوں، خرافاتوں، جرائم اور مفسدات سے پاک ہوگا۔ جس میں انسانی مساوات، عدل وانصاف، محبت واخوت، ایثار وقربانی، امن وآشتی، سکون وخوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔ یہ کوئی خواب یا تخیل محض نہیں ہے بلکہ انسانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب جب انسانوں نے خالق کائنات رب العالمین کے وضع کردہ قانون کی بنیاد پر انسانی سماج کی تشکیل کی وہ سماج مضبوط، مستحکم، محفوظ وماموں رہ کر خوشحال وترقی کے بام عروج پر ہی نہیں پہنچا، بلکہ رب العالمین نے ان کو اقوام عالم کی امامت بھی سپرد فرمادی۔

اگر ہمیں واقعی اپنے ملک وقوم سے محبت ہے، ہم ان کو خوشحال اور پُرامن دیکھنا چاہتے ہیں اور دنیا کے سامنے مثالی، انقلابی امام کے طور پر پیش کرنے کا عزم رکھتے ہیں تو قانونِ الٰہی کا نفاذ ناگزیر ہے۔ اور یہ کار عظیم تبھی ممکن ہے جب حقیقی محبِ وطن وانسانیت بلند حوصلوں، مستحکم، عزم وہمت، جوش وثبات کے ساتھ آگے بڑھیں، قومی نسلی وطبقاتی تمام عصبیتوں کو مٹا کر متحد ہوکر ایک سنہری تاریخ کو رقم کرنے کے لئے بنیان مرصوص بن کر پیش قدمی کریں۔ ●●

# اسلام میں مطلوب مومنوں کی صفات

محمد احسن عالم، اررایا (بہار)

دین اسلام مکمل نظام حیات ہے اور قرآن کریم اس کا دستور ہے جس پر عمل کرنا ہر مومن کا فرض ہے۔ البتہ رب العزت نے قرآن میں زندگی کے تمام شعبہ ہائے حیات معاشرت، معاملات، تعلقات، اخلاق وآداب وغیرہ کے بارے میں ہدایات عطا فرمائی ہیں۔ مومنین کی صفات بھی بیان کی ہیں ان احکام وتعلیمات کا عملی نقشہ پیش کرنے کے لئے اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (ﷺ) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اُسے لوٹادو، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسولؐ کی طرف، اگر تمہارا اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔“ (النساء:۵۹)

جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرض ہے اُسی طرح اس کے رسول کی اطاعت بھی فرض ہے جو دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حدیث بھی اسی دین کا ماخذ ہے۔

دوسری جگہ سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات میں ہے ”اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اُتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اُتارا گیا۔ اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔“ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کی بتلائی ہوئی ماورائے عقل واحساس باتوں پر یقین رکھنا ایمان کا حصہ ہے اور ان کا انکار کفر وضلالت ہے۔

اللہ تعالیٰ مومن کی مزید صفات کو یوں بیان کرتا ہے ”وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا راہِ حق میں سفر کرنے والے) رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور اپنے مومنین کو آپؐ خوشخبری سنادیجئے۔“ (التوبہ ۹:۱۱۱)

اللہ رب العزت نے قرآن میں اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ والدین کی اطاعت وفرماں برداری اور اُن کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ جس طرح اللہ کی عبادت بہت ضروری ہے اور اُس میں کوتاہی کی گنجائش نہیں ہے۔ اُسی طرح والدین کی اطاعت کا ذکر کرکے اس کی اہمیت کو واضح کردیا ہے۔ اس کے بعد رشتے داروں، یتیموں اور مساکین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کا حکم ہے اس عہد میں نماز اور زکوٰۃ کا بھی حکم ہے۔ (البقرہ ۲:۸۲)

ایک جگہ ارشاد ہے ”اللہ تعالیٰ عدل کا بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے۔“ (النحل ۱۶:۸۹)

عدل کے معنی انصاف کرنے کے ہیں۔ یعنی اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ انصاف کیا جائے کس کے ساتھ دشمنی یا محبت یا قرابت کی وجہ سے انصاف کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔ حتیٰ کہ دین کے معاملے میں بھی۔ دین اسلام ایک سچا، فطری نظام حیات ہے اور قرآن ہمارا آئین ہے جس پر عمل کرنا ہر مومن کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن میں زندگی کے دیگر شعبۂ حیات کی رہنمائی کی ہے۔ وہیں باہمی تعلقات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ آپؐ نے قرآنی فرمان کو عملی جامہ پہنا کر ہمارے لئے عملی نمونہ چھوڑا ہے۔ چنانچہ ایک مومن یعنی سچے مسلمان کو کیسا ہونا چاہئے، اس میں باہمی تعلقات کا معیار کیسا ہو قرآن وحدیث کی روشنی میں، گھر اور سماج، معاشرہ، معاملات، تعلقات، اخلاق وآداب، گویا انسانی زندگی کے تمام شعبۂ حیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ”اے لوگوں جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔“ (الحجرات ۴۹:۱۱)

دوسری جگہ اللہ کا فرمان ہے: ”مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو۔“ (الحجرات ۴۹:۱۵)

ایک اور جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔“ (الحجرات ۴۹:۱۲)

غیبت کرنا ہمارے معاشرے میں عام ہے جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے ک آپؐ نے ارشاد فرمایا ”کسی کو بلاوجہ برا بھلا کہنا بڑا گنا ہے اور اس سے بلاوجہ لڑنا کفر کے قریب ہے۔“ (بخاری ومسلم)

(۲) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے چغل خور قانونًا (سزا بھگتے بغیر) جنت میں نہ جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

(۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسولؐ خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کا ایسے طور پر ذکر کرو کہ اگر اس کو خبر ہو تو اُسے ناگوار ہو۔“ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اگر میرے اس بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہتا ہوں۔ یعنی سچی برائی بیان کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ”اگر اس میں وہ بات ہے جو تو کہتا ہے تب تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ بات نہیں ہے جو تو کہتا ہے تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔“ (مسلم)

(۴) حضرت واثلہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اپنے مسلمان بھائی کی کسی دنیوی یا دینی بری حالت پر خوشی مت ظاہر کرو۔ ہوسکتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمادے اور تجھ کو اس حالت میں مبتلا کردے۔“

(۵) حضرت ابن عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: اپنے مسلمان بھائی سے خواہ مخواہ بحث نہ کیا کرو اور نہ اس سے ایسی دل لگی کرو جو اس کو ناگوار ہو اور نہ اس سے کوئی ایسا وعدہ کرو جس کو تم پورا نہ کرو۔ (ترمذی)

البتہ اگر کسی عذر کے سبب پورا نہ کرسکے تو معذور ہے۔ چنانچہ زید بن ارقمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس وقت پورا کرنے کی نیت تھی مگر کسی وجہ سے پورا نہ کرسکا اور اگر آنے کا وعدہ تھا اور وقت پر نہ آسکا تو اس پر گناہ نہ ہوگا۔ (ابوداؤد وترمذی)

(۶) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص بیوہ اور غریبوں کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرے وہ ثواب میں اس شخص کے مثل ہے جو جہاد میں سعی کرے۔ (بخاری ومسلم)

(۷) نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کو باہمی ہمدردی اور باہمی محبت اور باہمی شفقت میں ایسے دیکھو گے جیسے جاندار بدن ہوتا ہے کہ جب بدن کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو تمام بدن بدخوابی اور بیماری میں اس کا ساتھ دیتا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

(۸) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم ہو۔ ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مظلوم ہونے کی صورت میں تو مدد کروں، مگر ظالم ہونے کی صورت میں کیسے مدد کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اس کو ظلم سے روک دو۔ تمہارا یہ عمل ہی اس ظالم کی مدد کرنا ہے“۔ (بخاری ومسلم)

(۹) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ کسی مصیبت میں اس کا ساتھ چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں پوری کرتا رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی سختی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی سختیوں میں سے اس کی سختی دور کرے گا“۔ (بخاری ومسلم)

(۱۰) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک پورا ایماندار نہیں بنتا جب تک وہ اپنے بھائی کیلئے وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے“۔ (بخاری)

(۱۱) حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کے خطرات سے محفوظ نہ ہو (یعنی اس سے ضرر کا اندیشہ لگا رہے)“۔ (مسلم)

(۱۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ سے سنا، آپؐ فرماتے تھے وہ شخص پورا ایماندار نہیں جو خود اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی اس کے برابر میں بھوکا رہے“۔ (بیہقی)

(۱۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا: ”جو شخص کسی پریشان حال آدمی کی مدد کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ۷۳ مغفرتیں لکھے گا جن میں ایک مغفرت تو اس کے تمام کاموں کی اصلاح کے لئے کافی ہے اور ۷۲ مغفرتیں قیامت کے دن اس کے لئے رفع درجات کا ذریعہ بنیں گی“۔ (بیہقی)

(۱۴) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس وقت کوئی مسلمان اپنے بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے یا ویسے ہی ملاقات کیلئے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”تو بھی پاکیزہ، تیرا چلنا بھی پاکیزہ ہے، تو نے جنت میں اپنا مقام بنالیا ہے“۔ (ترمذی)

(۱۵) حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص میری امت میں سے کسی کی حاجت پوری کرے صرف اس نیت سے کہ اس کو مسرور کرے، سو اس شخص نے مجھ کو مسرور کیا اور جس نے مجھ کو مسرور کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو مسرور کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو مسرور کیا اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرما دے گا“۔ (بیہقی)

قرآن کریم پوری نسل انسانی کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔ لیکن اس سے حقیقتًا وہی ہدایت پائیں گے جو ہدایت کے طالب ہوں گے، جو لوگ اپنے دل ودماغ کی کھڑکیوں کو حق کے دیکھنے اور سننے سے بند رکھیں گے قرآن انہیں کس طرح سے سیدھی راہ پر لگا سکتا ہے؟ ان کی مثال اندھوں کی طرح ہے جو سورج کی روشنی دیکھ نہیں سکتے۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ”ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے لئے ہے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں“۔ (سورہ النمل ۲۷:۱ تا ۳)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور جب بیہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کرلیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے“ (القصص ۲۸:۵۴،۵۵)

یہاں لغو سے مراد وہ سب وشتم اور دین کے ساتھ

باقی صفحہ ۶ پر

## بقیہ: گوانتاناموبے جیل بند کرنے کا حکم

یعنی اطمینان کے اشارے بھی ہیں اور اندیشے وخطرات بھی ہیں۔ یقین دہانیاں بھی ہیں اور ڈھکے چھپے انداز میں دھمکیاں بھی ہیں تاہم یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ جارج واکر بش اور ان کے باپ سینئر بش کی خونخوار ذہنیت، اسلام دشمنی اور جارحانہ صیہونیت نوازی ان کے دور میں نہیں رہے گی۔ تاہم یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ سینئر بش کے بعد آنے والے بل کلنٹن کی طرح وہ عراق کو خالی اور آزاد کرنے میں کس حد تک اور کس رفتار سے جاسکتے ہیں۔ یوں تو انھوں نے بش کی طرح امریکہ کی سلامتی کا نعرہ دہرادیا ہے اور القاعدہ وطالبان کو خطرہ قرار دیا ہے لیکن وہ جارج ڈبلیو بش اور ان کے اتحادیوں کی ناکامیوں، رسوائیوں اور ان کے خلاف دنیا بھر میں ہونے والے احتجاجوں، مظاہروں وغیرہ سے کس حد تک سبق حاصل کریں گے امریکہ کی دہشت گردی وجارحیت کا سلسلہ کس حد تک جاری رکھیں گے، صلح ومصالحت اور امن وآشتی کی سمت کس طرح بڑھیں گے، یہ سب کچھ آنے والا وقت ہی بتا سکے گا۔

امریکی صدارت کا حلف لینے کے دو دن بعد انھوں نے کیوبا کے گوانتاناموبے میں واقع امریکی عقوبت خانے کو ایک سال کے اندر بند کردینے کے آرڈر پر دستخط کردیئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس طرح انھوں نے الیکشن کے دوران کئے ہوئے ایک کلیدی وعدے کو پورا کردیا ہے، لیکن اس وعدے کی عملی حقیقت ابھی اتنی ہی سامنے آئی ہے کہ اس عقوبت خانے کو ایک سال کے اندر بند کردیا جائے گا، لیکن وہاں مقید ۲۴۵ افراد کا کیا ہوگا ان کو بعد از ہزار ذلت ورسوائی اور عقوبت باعزت طریقے سے رہا کردیا جائے گا یا کسی دوسری جگہ کسی دوسرے عقوبت خانے میں منتقل کردیا جائے گا یا قانون کے تحت کارروائیوں کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ابھی کوئی واضح بات سامنے نہیں آئی ہے۔ البتہ انھوں نے سی آئی اے کے ذریعے دنیا بھر میں چلائے جانے والے تمام خفیہ حراستی مراکز کو بند کردینے کے آرڈر پر بھی دستخط کردیئے ہیں۔ یاد رہے کہ بش انتظامیہ نے ۲۰۰۲ء میں کیوبا کی گوانتاناموبے جیل میں مبینہ دہشت گردوں کو حراست میں رکھ کر غیرانسانی طرز سے اذیت دیتے ہوئے تفتیش کا کام کیا تھا جس پر حقوق انسانی کے لئے سرگرم تنظیموں نے سخت تنقید اور احتجاج کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس سلسلے کے آرڈروں پر اوباما نے وہائٹ ہاؤس میں ریٹائرڈ فوجی افسروں کے ساتھ ایک میٹنگ میں دستخط کئے ہیں۔ اس آرڈر کے تحت فوری طور پر نظرثانی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے گی جو یہ طے کرے گی کہ زیرحراست افراد کے ساتھ قید وبند جاری رکھنے، ان کے خلاف قانونی کارروائی کے لئے مقدمہ چلانے، ان کی کسی تیسرے ملک کو منتقلی یا رہائی میں سے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اگر ان کی منتقلی کا فیصلہ نہیں ہوا تو دوسری نظرثانی میں یہ طے کیا جائے گا کہ کیا ان کے خلاف کورٹ آف لا میں مقدمہ چلانا ممکن ہے۔ اگر ہاں تو مقدمہ کہاں چلایا جائے، اگر قیدیوں کو کسی تیسرے ملک کو منتقل نہیں کیا جاتا اور ان پر مقدمہ بھی نہیں چلایا جاتا تو یہ طے کیا جائے گا کہ ان کے ساتھ قانون کے دائرے میں کیا راستہ اختیار کیا جائے گا۔ اس سے پہلے سینٹ کی انٹیلجنس سلیکٹ کمیٹی کے سامنے ڈائریکٹر نیشنل انٹیلجنس ڈینس بلیئر نے کہا تھا کہ حراستی مراکز کو تو ہر حال میں بند کردیا جانا چاہئے جو دنیا بھر کے لئے ایک گھناؤنی علامت کی حیثیت اختیار کرچکے ہیں۔ اس موقع پر اوباما نے اپنے اس عزم کو دہرایا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ جاری رہے گی اور امریکہ اس جنگ کو اپنے طور پر لڑ کر فتح وکامیابی حاصل کرے گا۔ ہم ساری دنیا کو یہ پیغام دے دینا چاہتے ہیں کہ امریکہ دہشت گردی اور تشدد کے خلاف جدوجہد جاری رکھنے کا عزم رکھتا ہے۔ ہم یہ کام ذمہ دارانہ احتیاط سے کرنا چاہتے ہیں۔ مؤثر طور پر کرنا چاہتے ہیں اور اپنی اقدار وآئیڈیل کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں جائزہ کمیٹی کے کوآرڈی نیٹر اٹارنی جنرل ہوں گے جس میں دفاع، امور خارجہ، اندرونی سلامتی کے وزراء، ڈائریکٹر آف سنٹرل انٹیلجنس اور چیئرمین آف دی جوائنٹ چیف آف اسٹاف کمیٹی میں شامل ہوں گے۔ اوباما اپنے پٹارے سے کیا کیا کچھ کب اور کس کس طرح سے نکالتے ہیں یہ وقت ہی بتائے گا۔ ●●

## بقیہ: نئے امریکی صدر نے اپنی ترجیحات واضح کردیں

ساری باتیں کہہ دیں جو وہ ضروری سمجھتے تھے۔ ان کی اس تقریر سے اس کا اندازہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ان کی ترجیحات کیا ہوں گی۔ یہ بات انھوں نے بالکل ابتداء میں ہی واضح کردی۔ انھوں نے بتایا کہ امریکہ اس وقت شدید بحرانی حالات کا شکار ہے۔ انھوں نے کہا کہ امریکہ اس وقت حالت جنگ میں ہے۔ انھوں نے نام تو کسی کا نہیں لیا کہ کس کے ساتھ حالت جنگ میں ہے تاہم یہ ضرور کہا کہ یہ جنگ ایک ایسے زبردست دور رس اثرات کے حامل، طاقتور نیٹ ورک کے ساتھ جاری ہے جس کا ہتھیار تشدد اور نفرت وحقارت ہے۔ دوسری بات انھوں نے یہ کہی کہ امریکہ کی معیشت اس وقت بری طرح متاثر ہے۔ اس کے عوامل کی بھی انھوں نے نشاندہی کی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں لوگ گھروں سے محروم ہوگئے ہیں۔ ملازمتیں ختم ہوگئی ہیں۔ بیروزگاری بڑھ رہی ہے۔ کاروبار ٹھپ ہوگئے ہیں۔ حفظان صحت کا نظام بری طرح متاثر ہوگیا ہے۔ تعلیمی ادارے، اپنے مقاصد میں ناکام ہورہے ہیں اور تیسری بات انھوں نے یہ کہی کہ ماحولیات کے لئے زبردست خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ انھوں نے جس ترتیب سے اپنے ایجنڈے کی وضاحت کی ہے وہ یہ بتا رہا ہے کہ ان کی ترجیحات کیا ہوں گی؟ اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ اوباما حکومت کن خطوط پر کام کرے گی۔ اگرچہ انھوں نے اپنے پیشرو کی نہ تو زبان استعمال کی ہے، نہ ان کے لب ولہجے کو اختیار کیا ہے نہ ان کی اصطلاح میں بات کی ہے تاہم یہ واضح کردیا ہے کہ انہیں اپنے پیشرو کے اس خیال سے کلی اتفاق ہے کہ امریکہ اس وقت خطرے میں ہے۔ واضح رہے کہ صدر بش نے رخصت ہونے سے محض چند روز قبل اپنے ایک مختصر خطاب میں یہ بات کہی تھی کہ امریکہ کا اصل مسئلہ اس کے وہ دشمن ہیں جو اسے مٹا دینا چاہتے ہیں یا اس کی کمر توڑ دینا چاہتے ہیں۔ معیشت کی تباہی ایک اہم مسئلہ ضرور ہے مگر یہ ثانوی ہے۔ اگر امریکہ ہی نہیں رہا تو خراب معیشت کیا کرے گی۔ اس لئے پہلی ترجیح امریکہ کو خطرات سے محفوظ کرنا اور رکھنا ہے۔ صدر اوباما نے اپنی تقریر میں یہ بات ضرور کہی ہے کہ وہ محض طاقت کا سہارا نہیں لیں گے بلکہ سفارت کاری سے بھی کما حقہ استفادے کی کوشش کریں گے اور مقاصد کے حصول کے لئے دونوں راستے کھلے رکھیں گے۔ ایران، جوہری اسلحہ، تخفیف اسلحہ، مشرق وسطیٰ، افغانستان وغیرہ کے سلسلے میں جو ایجنڈا پیش کیا ہے اس سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ کوئی نمایاں فرق واضح ہونے والا نہیں ہے۔ البتہ دنیا ان کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ ●●

# اہم خبروں کا اختصار

## ملکی

● نئی دہلی- بھیروں سنگھ شیکھاوت اور کلیان سنگھ کے بعداب بی جے پی کے ایک اور سینئر لیڈر جسونت سنگھ نے یہ شکایت کی ہے کہ راجستھان کے کچھ لیڈران کے بیٹے کے خلاف غیر ضروری تشہیر کر رہے ہیں اور اگر اسے نہیں روکا گیا تو لوک سبھا انتخابات میں پارٹی کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑسکتا ہے۔

● نئی دہلی- نیشنلسٹ کانگریس پارٹی کے ترجمان ڈی پی ترپاٹھی نے کہا ہے کہ پارٹی کی قومی ایگزیکیٹو کی میٹنگ میں اس پر غور کیا جائے گا کہ اگلے وزیراعظم کے طور پر اپنے لیڈر شرد پوار کو پروجیکٹ کرے یا نہیں۔

● نئی دہلی- سی بی آئی کے وکیل نے چیف میٹروپولیٹن مجسٹریٹ راکیش پنڈت کی عدالت کو بتایا کہ ایجنسی ۱۹۸۴ء کے سکھ مخالف فساد کی تفتیش کا کام ایک ماہ کے اندر مکمل کرلے گی۔ تفتیش کے دائرے میں سابق مرکزی وزیر جگدیش ٹائٹلر بھی ہوں گے۔

● جے پور- حکومت راجستھان نے ریاست میں تعلیمی اداروں اور عبادت گاہوں کے نزدیک کھولی گئی شراب کی ۱۵٦ دکانیں بند کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ دکانیں سابقہ سرکار نے اس ضمن میں طے شدہ قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کھولی تھیں۔

● نئی دہلی- مرکزی وزیر داخلہ پی چدمبرم نے ایک پرائیویٹ نیوز چینل کی تقریب میں کہا کہ ممبئی حملوں کے سلسلے میں پاکستان نے ابھی تک کوئی اطمینان بخش قدم نہیں اٹھایا ہے تاہم اس کی پوزیشن میں پیش رفت ضرور ہوئی ہے۔

● نئی دہلی- الیکشن کمیشن نے میگھالیہ، اترپردیش اور مغربی بنگال کے ایک ایک اسمبلی حلقہ میں ۲٦/فروری کو ضمنی الیکشن کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔

● ممبئی- مہاراشٹر کے سابق وزیر ورکن اسمبلی عارف نسیم خان نے کہا ہے کہ مالیگاؤں بم دھماکہ کے ملزمین کے خلاف مکوکا کے علاوہ ملک کے خلاف جنگ چھیڑنے کا مقدمہ بھی چلانا چاہئے اور ان کے مقدمے کو فاسٹ ٹریک عدالت میں منتقل کیا جائے تا کہ جلد سے جلد انہیں سخت سزا دی جاسکے۔

● نئی دہلی- کانگریس کی مغربی بنگال اکائی کے سربراہ پریہ رنجن داس منشی کی طویل علالت کے بعد پارٹی ہائی کمان نے ایک بار پھر مرکزی وزیر خارجہ پرنب مکھرجی کو ریاستی اکائی کے صدر کی اضافی ذمہ داری سونپی ہے اور انہیں وزیراعظم کے ایمس میں داخل ہونے کے بعد ان کی بھی اضافی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

● بلاسپور- چھتیس گڑھ ہائی کورٹ نے ریاستی حکومت، سینئر پولیس افسران اور خصوصی افسران کے گروپ کو اس عرضی پر نوٹس جاری کیا ہے جس میں ۸/جنوری کو بستر میں ایک انکاؤنٹر میں ۱۹/افراد کے مارے جانے کی جانچ سی بی آئی سے کرانے کی درخواست کی گئی ہے۔

● بھوپال- حکومت مدھیہ پردیش نے لگاتار تیسرے سال ریاست کے تمام سرکاری اسکولوں میں ۲۱/جنوری کو سوریہ نمسکار کا اہتمام کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ اگلے تعلیمی سال سے ہفتے میں ایک بار تمام سرکاری اسکولوں میں اس کا اہتمام کیا جائے گا۔

● نئی دہلی- وزیراعظم منموہن سنگھ نے اپنے برطانوی ہم منصب گارڈن براؤن کو خط لکھ کر برطانوی وزیر خارجہ ملی بینڈ کے اس بیان پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے جس میں دہشت گردی کو مسئلہ کشمیر کے حل سے جوڑ دیا گیا تھا۔

● لکھنؤ- بی جے پی سے استعفیٰ دینے کے بعد اترپردیش کے سابق وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ نے ایک بار پھر اجودھیا کے مسئلے پر سُر بدلتے ہوئے کہا ہے کہ ہندو اور مسلم مذہبی رہنماؤں کو تاریخ دانوں کے ساتھ مل کر مسئلے کا ایسا پرامن حل تلاش کرنا چاہئے جس سے کسی فریق کو تکلیف نہ پہنچے۔ ان کے بیٹے راجبیر سنگھ اب سماجوادی پارٹی میں شامل ہوگئے ہیں۔

● انبالہ- یہاں کی ایس پی (ریلوے) بھارتی اروڑہ کو جو سمجھوتہ ایکسپریس بم دھماکہ کی تحقیقات کررہی ہیں، ٹیلی فون کے ذریعے بھیانک نتائج کی دھمکی دی گئی ہے۔ گزشتہ دو برسوں میں انہیں ایسے چھ خطوط مل چکے ہیں۔

● ممبئی- شیوسینا کے سربراہ بال ٹھاکرے نے اپنی ۸۳ویں سالگرہ کے موقع پر مراٹھی روزنامہ "سامنا" کے اداریے میں کہا کہ وہ مالیگاؤں بم دھماکہ کے ۱۱/ملزمین جنہیں مکوکا کے تحت ہندو راشٹر قائم کرنے اور ملک سے بغاوت کی سازش رچنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے، ان کی حمایت کرتے ہیں۔

## بین الاقوامی

● واشنگٹن- لیبیائی لیڈر معمر قذافی نے جارج ٹاؤن یونیورسٹی کے طلباء کو ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نئے امریکی صدر کو قیام امن کے لئے اسامہ بن لادن کو ایک موقع دینا چاہئے۔

● واشنگٹن- نئے امریکی صدر بارک اوبامہ نے اپنے دفتر کے پہلے دن ہی فلسطینی انتظامیہ کے صدر محمود عباس، مصر کے صدر حسنی مبارک، اسرائیل کے وزیراعظم ایہود اولمرٹ اور اردن کے شاہ عبداللہ سے بات چیت کی اور غزہ میں موجودہ جنگ بندی کو مضبوط کرنے کے لئے پوری مدد کرنے کا یقین دلایا۔

● ماسکو- روس نے سمندری تجربے کو نامکمل بتاتے ہوئے ہندوستان کو آبدوزوں کی سپلائی غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کردی ہے۔

● کابل- افغانستان کے صدر حامد کرزئی نے ایک بار پھر ناٹو افواج پر زور دیا ہے کہ وہ عام لوگوں کی ہلاکتیں کم کرنے کے لئے مزید کوشش کریں اور جس طرح افغانستان میں اربوں ڈالر کی امداد استعمال کی جارہی ہے اس کی حکمت عملی کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے ادھر ناٹو کے سربراہ نے افغان حکومت میں کرپشن کی شکایت کی ہے۔

● ویانا- بین الاقوامی جوہری توانائی ایجنسی نے کہا ہے کہ وہ غزہ حملوں میں یورینیم اسلحہ کے استعمال سے متعلق عرب ممالک کے الزام کی جانچ کرے گی۔

● تہران- ایران کے وزیر خارجہ منوچہر متقی نے کہا ہے کہ جس طرح پوری دنیا کے مزاحمتی گروپوں کو اپنی مدافعت کا حق حاصل ہے اسی طرح غزہ میں فلسطینیوں کو بھی استعمار کے خلاف جنگ کے لئے اسلحہ پانے کا حق حاصل ہے اور انہیں جہاں سے بھی اسلحہ ملے گا وہ اسے حاصل کریں گے۔

● کولمبو- مشرقی سری لنکا میں سڑک کے کنارے نصب بم پھٹنے سے دو افراد ہلاک اور گیارہ زخمی ہوگئے۔

● غزہ- اسرائیل نے ۲۱/جنوری کو غزہ سے اپنی فوجوں کے انخلاء کو مکمل کرلیا۔ ایک اندازے کے مطابق غزہ کی تعمیرنو کے لئے ۹ء۱ ارب ڈالر کی ضرورت ہوگی۔ اسرائیل نے کہا کہ وہ انخلاء کے باوجود غزہ کی فضائی اور بحری نگرانی جاری رکھے گا۔

● اسلام آباد- پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے کہا ہے کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان اور پاکستان دہشت گردی مخالف تعاون کے لئے لائحہ عمل تیار کرنے کے علاوہ وسیع تعمیری باہمی معاہدہ امن مذاکرات کو دوبارہ بحال کریں۔

● برلن- جرمنی کی چانسلر انجیلا مرکل کی قدامت پرست پارٹی نے کہا ہے کہ افغانستان میں مزید فوج بھیجنے سے حالات بہتر نہیں ہوں گے جیسا کہ نئے امریکی صدر بارک حسین اوبامہ نے اعلان کیا ہے بلکہ ایران سمیت کچھ ملکوں کا رابطہ گروپ بنایا جائے جو افغانستان کی صورتحال کو مستحکم کرنے کے لئے ایک نئی حکمت عملی تیار کرے۔

● واشنگٹن- رسوائی نے آخری وقت تک امریکہ کے سابق صدر جارج ڈبلیو بش کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ نئے صدر بارک حسین اوبامہ کی حلف برداری کے دوران بھی اور جب حلف کے بعد سابق وموجودہ صدر کیپٹل ہل کی طرف جارہے تھے، لوگوں نے بش مخالف نعرے لگائے۔

● لندن- ایک برطانوی اخبار کی رپورٹ کے مطابق بارک حسین اوبامہ کی وہائٹ ہاؤس میں آمد افغان صدر حامد کرزئی کی اقتدار سے رخصتی کا سبب بن سکتی ہے کیونکہ افغانستان میں تشدد کی پریشان کن صورتحال، سرکاری اہلکاروں کی بدعنوانیوں اور کمزور قیادت کے باعث حامد کرزئی کی بین الاقوامی حمایت میں نمایاں کمی آئی ہے۔

● تاشقند- روس کے صدر دیمتری مدویدیف نے یہاں ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ وہ افغانستان میں امریکہ کے ساتھ تعاون کرنے اور غیر فوجی رسدات ترسیل مدد کے لئے تیار ہیں۔

● غزہ- مشرق وسطیٰ کے لئے امریکہ کے نئے خصوصی نمائندے جارج مچل کے تقرر کے بعد حماس کے ترجمان اسامہ ہمدان نے کہا کہ بارک اوبامہ تبدیلی کا نعرہ لگا کر امریکہ کے صدر منتخب ہوئے، لیکن فلسطین سے متعلق امریکہ کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی اور وہ بھی سابقہ حکومت کی غلطیاں دہرائیں گے۔

# بقیہ: اسلام میں مطلوب مومنوں کی صفات

استہزاء ہے جو مشرکین کرتے تھے۔ یہ سلام، سلام تحیہ نہیں بلکہ سلام متارکہ ہے۔ یعنی جیسے اُردو میں بھی کہتے ہیں، جاہلوں کو دور ہی سے سلام، ظاہر ہے سلام سے مراد ترک مخاطبت ہی ہے) الغرض مومن بندہ کو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہونا چاہئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: تم میں سے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ جواُن سے پہلے تھے اور یقیناً اُن کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جمادے گا، جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے۔ اور ان کے خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادات کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ (النور: ۵۴-۵۵)

"نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو۔ تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

مذکورہ بالا جاری باتیں صرف مومن بندوں کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہیں دین فطرت صرف تین صورتوں میں جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے۔ سیدہ اُم کلثوم بنت عقبہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کو صرف تین باتوں میں جھوٹ بولنے کی اجازت دیتے ہوئے سنا ہے۔

آپ فرماتے "میں اس آدمی کو جھوٹا شمار نہیں کرتا جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے خلاف واقعہ بولتا ہے اور اُس کی غلط بیانی صرف اصلاح کے سوا کچھ اور نہ ہو، دوسرا وہ آدمی جو جنگ میں جھوٹ بولے، اسی طرح میاں بیوی کا ایک دوسرے کو خوش رکھنے کے لئے جھوٹ بولنا بھی جھوٹ نہیں۔" (صحیح ابوداؤد۔ اس معنیٰ کی حدیث بخاری ومسلم میں بھی آئی ہے)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ابلیس کو اپنے کارندوں کی کسی کارکردگی سے اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی کہ میاں بیوی کے درمیان تفریق کرنے سے ہوتی ہے۔ چونکہ پورا معاشرتی نظام میاں بیوی کے درمیان اختلاف سے درہم برہم ہوجاتا ہے ان کے بچوں کا مستقبل خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے شیطانی چالوں کے سدِباب کے لئے اسلام نے میاں بیوی کے درمیان مصالحت کی ہر ممکن تعلیم دی ہے۔ خواہ اس کے لئے میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جھوٹ ہی کیوں نہ بولنا پڑے۔ آپؐ کی دی ہوئی تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ●●

# بقیہ: عالمی سطح پر طاقت کا عدم توازن......

افواج رکھتے ہیں اپنے مفادات کے حصول اور دنیا بھر میں اپنا اثر ورسوخ قائم کرنے کے لیے طاقت بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر استعمال کررہے ہیں۔ مثلاً امریکہ جسے فی زمانہ عالمی سطح پر یک قطبی طاقت خیال کیا جاتا ہے، طاقت کے استعمال میں سب سے آگے دکھائی دیتا ہے۔ اس نے دھاندلی سے اپنی خاصی افواج کو دنیا کے متعدد ممالک میں تعینات کر رکھا ہے۔ 2001 اور 2003 میں اس نے افغانستان اور عراق پر چڑھائی کی اور نہ صرف وہاں کی حکومت کو تہہ وبالا کردیا بلکہ بڑے پیمانے پر تباہی پھیلا کر عوام کو ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچایا۔ ان دونوں ممالک میں اس کی جارحیت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ 2003 کے بعد سے 2008 کے درمیان عراق میں امریکی جارحیت کے نتیجے میں اب تک بعض اندازوں کے مطابق 8 لاکھ افراد جاں بحق ہوچکے ہیں۔ اس سے قبل جب 1991 میں امریکہ نے عراق پر حملے کیے تھے تب بھی اس نے عراق میں زبردست تباہی پھیلائی تھی۔ امریکہ نے اپنی طاقت کا استعمال دوسری جنگ عظیم کے دوان بھی کیا اور جاپان کے دوشہروں پر ایٹمی حملے کرکے انہیں تباہ وبرباد کردیا۔ بعض رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کی یک قطبی طاقت نے پہلی جنگ عظیم کے دوران وسیع پیمانے پر ہتھیار فروخت کیے تھے۔ یعنی پہلی جنگ عظیم کے دوران ہونے والی تباہی کو مزید وسعت دینے میں امریکہ نے منفی کردار ادا کیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے بعد سے آج تک امریکہ ہتھیار فروخت کرکے مختلف ممالک کے درمیان طاقت کے عدم تواز ن کی صورت حال پیدا کرتا رہا ہے اور ہتھیاروں میں اضافہ کی ہوڑ کو تقویت دیتا رہا ہے۔ چند دہائیوں قبل جب روس دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھا تو اس نے بھی طاقت کے ناجائز استعمال کی بنیاد پر اپنے پڑوسی درجنوں ممالک پر تسلط جما رکھا تھا اور اپنی سرحدوں کو بہت دور تک وسیع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ برطانیہ نے بھی اپنی طاقت کے زمانے میں اسی راہ کو اختیار کیا اور نہ صرف قرب وجوار بلکہ دوردراز کے ممالک پر اپنا تسلط جمالیا۔

مشرق وسطیٰ میں 60 سال بعد بھی تشدد وبربریت کے ننگے ناچ کے جاری رہنے کی جو وجوہ ہیں ان میں ایک بڑی وجہ وہاں طاقت کا عدم توازن ہے۔ اسرائیل جدید ترین ٹکنالوجی اور مہلک ترین ہتھیاروں سے لیس ہے جب کہ فلسطین حربی طاقت سے خالی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر پڑوسی ممالک جیسے سعودی عرب، مصر، کویت، شام اور لبنان بھی اسرائیل کے مقابلے میں حربی سطح پر بہت زیادہ کمزور ہیں۔ عرب ممالک کی اس کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسرائیل کبھی فلسطین کے نہتے عوام پر میزائل داغتا ہے، کبھی لبنان پر حملہ کرتا ہے اور کبھی شام کو آنکھیں دکھاتا ہے۔ مسلسل فلسطینیوں پر اسرائیل کے مظالم اسی لیے جاری ہیں کہ وہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ عرب ممالک حربی طاقت سے مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے اس کے جارحانہ حملوں کا جواب دینے کی ہمت نہیں کرسکتے اور اگر انہوں نے اس کی ہمت کی بھی تو وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اگر فلسطین، لبنان، شام، یا کسی عرب ملک پر اس کے برابر کی طاقت ہوتی تو اسرائیل فلسطین پر حملہ کرنے سے پہلے سو بار سوچنے پر مجبور ہوتا۔

اس خطہ میں طاقت کے عدم توازن کا سہرا ان مغربی ممالک کے سر جاتا ہے جنہوں نے اسرائیل کو طاقتور بنایا۔ اسرائیل کو ایٹمی ملک بنانے میں بھی امریکہ، فرانس اور دیگر مغربی ممالک کا زبردست کردار رہا ہے۔ اسرائیل نے 1949ء میں ایٹمی میٹر یل جمع کرنے میں دلچسپی لینی شروع کی۔ جون 1952 میں اسرائیل کے وزیراعظم ڈیوڈ بین گیوریم نے ایسٹ ڈیوڈ برگمان کو اسرائیلی اٹمک ایرجنسی (IAEC) کا پہلا چیرمین مقرر کیا۔ اس طرح 1950 کی دہائی میں اسرائیل نے دوسرے ممالک سے نیوکلیائی ہتھیاروں سے متعلق پروگرام کے سلسلہ میں تعاون حاصل کرنے کی بھی کوشش کی۔ 1956ء میں سوئز بحران کے بعد فرانس نے اسرائیل کے نیوکلر ایکٹر بنانے پر اتفاق کیا۔ 1964ء میں پلوٹونیم پروڈکشن شروع ہوا۔ اور اسی سال بی بی سی نیوز نائٹ نے اعلیٰ خفیہ برطانوی دستاویزات حاصل کرکے اس بات کی وضاحت کی کہ 1950 اور 1960 کی دہائی میں آبی جہاز کے ذریعہ جوہری مواد اسرائیل لایا گیا۔ دستاویزات سے معلوم ہوا کہ 1959ء میں یورینیم اور 1960 میں پلوٹونیم لایا گیا تھا۔ اسی سال امریکہ کی مرکزی خفیہ ایجنسی نے پُراعتماد انداز میں یہ بات بھی کہی کہ اسرائیل کے ابتدائی بم بہت زبردست یورینیم سے تیار ہوئے ہیں جسے 1960 کے وسط میں امریکہ سے حاصل کیا گیا تھا۔ دوسری طرف ان ممالک کی یہ کوشش رہی ہے کہ اس خطے میں دور دور تک طاقت کے لحاظ سے کوئی ملک اتنا مضبوط نہ ہوتا کہ طاقت میں توازن نہ ہوجائے۔ اگر مغربی ممالک کو کبھی اس بات کا شبہ ہوا کہ اس خطے کا کوئی ملک ہتھیار جمع کررہا ہے تو وہ فوراً حرکت میں آگئے۔ مثال کے طور پر امریکہ کی جانب سے 2003 میں عراق پر جن وجوہ کی بنیاد پر چڑھائی کی گئی ان میں سے ایک بڑی وجہ عراق میں مہلک جراثیمی ہتھیار کو بتایا گیا تھا۔ حالانکہ چند ماہ قبل خود سابق صدر بش نے اس بات کا اعتراف کرلیا کہ ان کو جھوٹی خبر دی گئی تھی۔ اسی طرح جب ایران نے ایٹمی پلانٹ پر کام کرنا شروع کیا تو پوری مغربی دنیا میں ہلچل مچ گئی اور ہر طرف سے ایران پر دباؤ بنایا جانے لگا کہ وہ ایٹمی پلانٹ سے باز آئے۔ کیونکہ اس صورت میں اسرائیل خطے میں تنہا ایٹمی طاقت نہ رہ سکے گا۔ معلوم ہوا کہ مختلف خطوں میں سازشوں کے تحت طاقت کے عدم توازن کا خطرناک کھیل کھیلا جارہا ہے جس سے دنیائے انسانیت کے گرد خطرات بڑھتے جارہے ہیں۔ ●●

# مسلمانوں میں خود اعتمادی کا جوہر پیدا کرنا وقت کا اولین تقاضا / ڈاکٹر محمد رفعت

نئی دہلی- ۷/جنوری ۲۰۰۹ء کو شام مرکز جماعت اسلامی ہند کے ہفتہ وار پروگرام میں "امت مسلمہ کا احیاء- کیا اور کیسے" کے موضوع پر تحریک اسلامی کے دانشور ڈاکٹر محمد رفعت کا خطاب ہوا۔ موضوع کی افادیت کے پیش نظر اس کا خلاصہ پیش ہے۔ موصوف مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن، حلقہ دہلی وہریانہ کے امیر، جامعہ ملیہ اسلامیہ میں فزکس کے پروفیسر اور سابق صدر شعبہ فزکس ہیں۔ پچھلے دنوں جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی میں "مسلمان کسے کہتے ہیں" کے موضوع پر دو تقریریں ہوئیں، پہلی تقریر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے استاذ پروفیسر عرفان حبیب کی تھی۔ انہوں نے جامعہ ملیہ کے سابق وائس چانسلر پروفیسر مجیب کی کتاب Indian Muslims کا تعارف کرایا اور کہا کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، جو مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں خواہ ان کا رہن سہن اور طور طریق کچھ بھی ہو۔ دوسری مقررڈاکٹر روبینہ تھیں جو پاکستان سے تشریف لائی تھیں۔ انہوں نے بھی وہی بات دوہرائی جو عرفان حبیب صاحب نے کہی تھی البتہ انہوں نے مسلمان کی تعریف میں اسلام کے ارکان خمسہ نماز روزہ وغیرہ کا بھی ذکر کیا۔ انہوں نے مذاہب کا جو جائزہ پیش کیا اس کی رو سے خانہ جنگی کی ایک داستان ہے جس میں ایک مذہب کے لوگ دوسرے مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا خون بہاتے ہیں اور نام امن وامان کا لیتے ہیں۔ اسی لئے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مختلف مذاہب کو ملا کر ایک نیا مذہب بنایا جائے اور اس میں تمام مذہب کی اچھی باتوں کو شامل کیا جائے۔

قرآن مجید ایک دوسرا جواب فراہم کرتا ہے کہ تمام انسان ابتداء میں ایک تھے اور سب لوگ عقیدہ توحید اور ایک خدا کی بندگی کے قائل تھے۔ ایک عرصے تک معاشرہ اسی عقیدے اور نظریہ پر قائم رہا۔ پھر سماج میں ایک دوسرے پر اپنی برتری جتانے اور غلبہ حاصل کرنے کے رجحان نے باہم اختلاف وانتشار کی صورت پیدا کردی اور مختلف الخیال گروہ وجود میں آگئے۔ فرضی خداؤں کو ماننے والے کئی گروہ بن گئے، مگر اسلام میں ان سب چیزوں کی گنجائش نہیں۔ خدا کو ماننے والے ایک ہی گروہ ہوتے ہیں۔ یہاں فکر ونظر اور سوچنے کی آزادی ہوتی ہے، فرد کی آزادی چھیننے کا کسی کو حق نہیں۔ چنانچہ اختلاف وانتشار دُور کرنے اور اس صورت حال کی اصلاح کے لئے اللہ نے نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ قائم فرمایا تا کہ یہ ابہام دور ہو۔ چنانچہ جب ہم امت مسلمہ کی بات کرتے ہیں تو اس سے ایک اصولی گروہ مراد ہوتا ہے۔ اس کا تعلق نہ تو کسی خاص نسل سے ہے اور نہ جغرافیائی حدود سے بلکہ جو بھی اس اصول اور نظریہ کو مان لے وہ اس گروہ اور امت میں شامل ہوسکتا ہے۔

امت مسلمہ کے احیاء سے مراد یہ ہے کہ یہ امت وہ کام انجام دے جس کے لئے اسے برپا کیا گیا ہے۔ یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے برپا کی گئی ہے۔ اس لئے یہ لوگوں کو معروفات کے قیام اور بھلائیوں کے فروغ کی طرف بلائے اور برائیوں سے روکے۔ دوسرے یہ کہ شہادت حق کا فریضہ انجام دے۔ حق بات اور سچی بات کی گواہی دے۔ نبیؐ نے صحابہ کرام کے سامنے اپنے قول وعمل سے واضح کردیا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے اب امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ساری دنیا کے سامنے حق پیش کرے۔ اُمت مسلمہ کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ دین کو قائم کرے اقامت دین کا فریضہ انجام دے وہ دین کی پیروی اس طرح کرے کہ دین اس کی زندگی میں چلتا پھرتا نظر آئے۔ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی جدوجہد اس طرح کرے کہ وہ تمام نظریاتی دعوتوں اور ادیان پر چھاجائے اور غالب ہوجائے احیاء دین کا کام اس طرح انجام دے جیسے صحابہ کرام نے اپنے وقت میں انجام دیا تھا۔ اس کے لئے عملی طور پر کچھ کرنا ہوگا۔ اس وقت مسئلہ مسلمانوں کے سامنے خود شناسی کا ہے، اپنے آپ کو پہچاننے کا ہے، اسے اپنے معیار کو اور اپنی روایات کو یاد رکھنا چاہئے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ ہمارے درمیان ایسے لوگ بھی ہیں جو خود کو مسلمان کہتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں۔ سلام کے بجائے وہ نمستے کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے طور طریق اور شناخت اختیار کرنے میں انہیں شرم محسوس ہوتی ہے۔

آج مسلمان عرب ہیں، ہندوستانی ہیں، پاکستانی ہیں، اور جانے کیا کیا ہیں۔ قومیت کے بھی مسائل تھے جنہوں نے پاکستان کو دولخت کردیا۔ آج عرب نیشنلزم کا جذبہ انہیں منظم اور متحد نہیں ہونے دیتا۔ اسی بنیاد پر مسلم ممالک آپس میں برسرپیکار رہے اور اپنے بھائیوں کا خون بہاتے رہے۔ اسی طرح مسلمانوں میں مسلکی رجحان اور شناخت بھی ان کی ملی وحدت میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ "میں اہلحدیث ہوں، میں حنفی ہوں۔" اس کے نیچے یہ شعور دب جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ چیزیں ہماری خود شناسی کے خلاف ہیں کیونکہ ہماری اصل حیثیت یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں، خواہ ہمارے باہمی معاملات میں جزوی اختلافات ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کے باوجود ہمارے درمیان اسلامی تعلق قائم رہتا ہے۔

ملت واحدہ کے اس شعور کا تقاضا ہے کہ ہمارے درمیان اتحاد ہو اور باہم ایک دوسرے کے کام آئیں اور ان کے حقوق ادا کریں۔ یہ ایمان کے احیاء کا معاملہ ہے۔

جدید افکار ونظریات کے نتیجے میں آج ہمارے بنیادی عقیدے کو یہ چیلنج درپیش ہے کہ خدا نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو وہ پرائیویٹ لائف تک محدود ہے۔ اجتماعی زندگی میں اسے لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جدید دنیا سے جو خیالات آئے ان سے ہم خاصے مرعوب ہوئے اور اس کا توڑ فراہم نہیں کرسکے۔ دراصل یہ موجودہ نظام تعلیم کی دین ہے اور متبادل نظام تعلیم تیار کرنے میں ہم ابھی کامیاب نہیں ہوسکے ہیں۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ پوری اُمت کا نظام تعلیم عقیدہ توحید کی بنیاد پر استوار کیا جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ٹھوس اور مستند نظام تعلیم تیار کیا جائے۔ ملحدانہ خیالات کی آمد سے یہ تو ضرور ہوا کہ ہمارے عقیدے متاثر ہوئے مگر شکر ہے کہ اس حد تک نہیں متاثر ہوئے کہ زبان وقلم سے صراحتاً خدا کا انکار کریں۔ ہمارے سامنے کلچر چیلنج بھی ہے۔ معروف سائنس داں اسلم پرویز صاحب نے اپنے رسالہ "سائنس" کے اداریہ میں لکھا ہے کہ ہم لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ اپنے نوجوانوں سے نماز پڑھوالیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے رول ماڈلس (Heros) رجحانات اور معیارات، ٹی وی اور انٹرنیٹ طے کرتے ہیں۔ یہ بڑی تشویش کی بات ہے اور اس کا موثر انداز میں تدارک ہونا چاہئے۔

اس کا حل یہ ہے کہ ہم برائی کو برائی سمجھیں اور اسے اسی طرح پیش کریں۔ اس کی صرف مذمت کرلینا زیادہ سود مند نہیں۔ آج اس کی ضرورت ہے کہ ہمارے پاس تفریح کے صحت مند ذرائع موجود ہوں تا کہ نوجوان بھٹکنے نہ پائیں۔ تفریح طبع کے متبادل ذرائع نئی نسل کو فراہم کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اس خاموش ثقافتی حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے استقامت کی ضرورت ہے۔

تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں گزشتہ ایک صدی میں مسلمانوں کی مختلف جماعتوں نے خاصا کام کیا۔ مگر ان کے علاوہ کوئی ایسا کام نہیں جو قابل ذکر ہو۔ آج اس کی ضرورت ہے کہ امت کی تعمیر نو کے لئے مسلمان آگے آئیں۔ اس کے لئے اپنا وقت اور اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ اگر جائزہ لیا جائے تو پانچ فیصد سے زیادہ افراد اس کام میں وقت نہیں لگاتے۔ احیاء امت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے آج اس کی ضرورت ہے کہ ایمان کو زندہ کیا جائے، اس کا شعور تابندہ کیا جائے اور جذبۂ عمل کو پیدا کیا جائے۔

آج اس امت کے اندر کسب معاش کا مسئلہ بہت اہمیت اختیار کرگیا ہے اور صورت حال سنگین ہوگئی ہے۔ ضروریات زندگی پوری کرنا مشکل ہورہا ہے۔ اس لئے ہماری امت کے ایجنڈے میں یہ چیز شامل ہونا چاہئے کہ روزگار کے متعلق لوگوں کو معلومات فراہم کی جائیں اور اس کے مواقع بھی فراہم کئے جائیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبیؐ کے پاس ایک شخص آیا اور آپ سے امداد کی درخواست کی۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی سامان ہے؟ اس نے بتایا کہ ایک پیالہ ہے: آپؐ نے اسے منگوا کر نیلام کیا اور اس کی قیمت اس کے حوالے کرکے فرمایا کہ جاؤ بازار سے کلہاڑی لے آؤ۔ آپؐ نے خود اپنے دست مبارک سے کلہاڑی میں دستہ لگایا اور اس سے کہا کہ جنگل جاکر لکڑیاں کاٹو اور اسے فروخت کرکے اپنے اہل خانہ کی پرورش کرو اور میرے پاس دو ہفتے بعد آنا۔ دو ہفتے بعد وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ وہ آسودہ حال تھا۔ اس نے بتایا کہ اس نے لکڑیوں کی فروخت سے کچھ رقم اپنی ضروریات سے بچالی ہے۔ نبیؐ کا یہ اسوہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ آپؐ نے اس ضرورت مند کو صرف تسلی نہیں دی بلکہ اس کی عملی رہنمائی بھی فرمائی۔ اگر آج کے حالات میں ہم اس واقعہ کی ہو بہو پیروی نہیں کرسکتے تو کم از کم اس کی اسپرٹ سے تو فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

آج ایسے ادارے تشکیل دینے کی ضرورت ہے جو نوجوانوں کو کاروبار، روزگار اور فنی تربیت میں رہنمائی کرسکیں، روزگار فراہم کریں، تعلیم کے بہتر مواقع کی نشاندہی کرسکیں، لٹریسی (خواندگی) کو عام کریں، تعلیم بالغان کا انتظام کریں، اس کے لئے ادارے قائم کئے جائیں مگر اس کے لئے حکومت یا ریاست پر منحصر ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ اسلامی لیڈرشپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان سب چیزوں کا اہتمام کرے۔ آج ہماری ملت کو خود اعتمادی سے بھرپور ہونا چاہئے اور اسے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لانا چاہئے۔ آج کے حالات میں امت کے اندر خود اعتمادی کا جوہر پیدا کرنا اور اس میں جذبہ عمل کو پیدا کرنا نہایت ضروری ہے اس حد تک کہ عالمی سطح پر یہ امت خود اعتمادی سے بھرپور ہوجائے اور دوسروں پر بھروسہ کرنے اور ان پر منحصر رہنے کی کیفیت سے نکل آئے۔

آج غزہ کی سنگین اور ناگفتہ بہ صورت حال سب کے سامنے ہے۔ مسلمان بڑی بے چارگی محسوس کررہے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کریں۔ عالم عرب اور عالم اسلام میں ہتھیار، فوجی، سیاسی پالیسی۔ سب کچھ باہر سے طے ہوتی ہیں۔ آج اس کی ضرورت ہے کہ مسلم ممالک کی پالیسیاں داخلی طور پر طے ہوں اور دوسروں کی سیاسی، فوجی اور معاشی پالیسی پر انحصار کرنے کے بجائے امت مسلمہ کا خود اپنا ایجنڈا ہو، اس کی اپنی پالیسی ہو۔ ہندوستان کی حد تک ہمارا اپنا رول بہت محدود ہے مگر عالمی سطح پر اس کے وسیع امکانات ہیں۔ ان کوششوں میں رنگ اس وقت بھرا جائے گا جب وہ لوگ بھی اس مہم میں شریک ہوں جو اس وقت شریک نہیں ہیں۔

(مرتب: عبدالحق فلاحی)

## آل کوکن سیرت النبی کوئز مقابلہ

ممبئی- فیروس ایجوکیشنل فاؤنڈیشن کی طرف سے اندرا گاندھی سانسکرتک کیندر میں آل کوکن انٹر ہائی اسکول سیرت النبی کوئز مقابلہ ۱۷/۱۸/جنوری کو منعقد ہوا۔ چار اضلاع کے ترسٹھ ہائی اسکولوں کی ۱۵٦ ٹیموں نے حصہ لیا۔ مقابلے میں سیرت النبیؐ کے تعلق سے پندرہ سو سے زائد سوالات کئے گئے۔ پروگرام کی صدارت مولانا ارشد مدنی نے کی انہوں نے اپنی تقریر میں گھر سے لے کر اسکول اور سماج تک بچوں کو اسلامی ماحول فراہم کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ افسوس ہے کہ اب ہمارے گھر ایسے نہیں رہے جہاں بچے اسلامی تعلیم اور اخلاق سے آراستہ ہوں۔ پروفیسر لیٹین مظہر صدیقی سابق صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے اس موقع پر کہا کہ ضرورت ہے کہ اس طرح کے پروگرام اُردو کے علاوہ ہندی، مراٹھی وغیرہ زبانوں میں ملک کے ہر علاقے وخطے میں منعقد کرائے جائیں۔ پروگرام میں ڈاکٹر نذیر جیوالے، جناب عبدالغنی اطلس والا، جناب قاضی ابوبکر، جناب حافظ عظیم الرحمٰن صدیقی، جناب اسلم پٹیل اور دیگر شخصیات نے بھی شرکت کی۔

## ایجنٹس متوجہ ہوں

درج ذیل ایجنسیوں کی ترسیل رقم کے بار بار مطالبے کے بعد بھی نہ بھیجنے پر روکی جارہی ہے۔ آئندہ یکم فروری کے شمارہ سے پرچہ نہیں بھیجا جائے گا۔ خریدار حضرات سے گزارش ہے کہ وہ براہ راست دعوت کے دفتر سے پرچہ حاصل کریں:

| | |
|---|---|
| 2187 | Piro (Bihar) |
| 2309 | Biloli (M.S.) |
| 2892 | Champua (Orissa) |
| 2965 | Yallandu (A.P.) |
| 3003 | Malkapur (M.S.) |
| 3061 | Sarai Treen (U.P.) |
| 3106 | Mehkar (M.S.) |
| 3144 | Gulaoti (U.P.) |
| 3247 | Sitamarhi (Bihar) |
| 3252 | Chitarpur (Jkd.) |

## دُعائے مغفرت

اندور- کارکن جماعت اسلامی جناب ذاکر غوری کی بیوی کا گزشتہ ہفتے انتقال ہوگیا۔ اس سے قبل جودھپور کے رکن جماعت عبدالوہاب، جو ایک معروف ادارے میں ٹیچر تھے۔ کا بھی انتقال ہوگیا۔ انور رشید، بھدوہی مرحومین کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

# عورتوں پر مظالم

**افضل باجی، مہاراشٹر**

**مردوں کے ذریعے:**

مردوں میں فعالی وحاکیت کی قوت ہوتی ہے جس کے سبب وہ عورت پر مختلف انداز میں تشدد کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مردوں کے ذریعے خواتین پر تشدد کچھ نفسیاتی عوارض کا بھی حصہ ہیں۔ کمزور کو دبا کر احساس برتری کی تسکین حاصل کرتا ہے۔ عورت پر ظلم کو یوں بھی احساس مردانگی کا ایک حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ مختلف قوموں اور قبائل پر نظر ڈالیں تو بے شمار عورتیں مردوں کے ظلم کا شکار نظر آتی ہیں۔

دیہاتی زندگی میں خواتین کی اکثریت کھیتی باڑی میں کام کرتی ہے۔ وہاں مرد اپنی خواتین سے مزدوروں کی طرح کام کرواتے ہیں۔ بعض مرد جو کاہل اور کام چور ہوتے ہیں وہ عورتوں کی کمائی پر گزارہ کرنے لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ گھروں میں کام کرنے والی عورتیں، فیکٹریوں اور اسٹیچنگ یونٹوں میں کام کرنے والی عورتیں اپنے نکمے، جواری اور شرابی مردوں کو اپنی کمائی دینے سے انکار کرتی ہیں تو ان کے ظلم کا شکار ہوتی ہیں۔ مار بھی کھاتی ہیں اور اپنے بدن کے نیل اور سوجن کو پلو میں چھپا کر ان کے پیر بھی داب‌تی ہیں۔

مردوں کے ظلم سے ملازمت پیشہ خواتین بھی محفوظ نہیں ہیں۔ بلکہ جہاں عورتیں مردوں سے زیادہ پڑھی لکھی اور کماؤ ہیں وہ مردانگی کے نفسیاتی برتاؤ کا زیادہ شکار ہوتی ہیں۔ حالانکہ ان کے ساتھ یہی زیادتی کچھ کم نہیں ہے کہ وہ کئی گھنٹے ملازمت کی تھکن اور دفتری مسائل کے بوجھ سے لدی جب گھر میں داخل ہوتی ہیں تو کھانا تیار کرنا، صفائی، دھلائی اور بچوں کے ہوم ورک منھ پھاڑے ان کے منتظر ہوتے ہیں۔ دفتر سے تھکے ہارے شوہر کو بیڈ پر چائے اور کھانا پہنچانا بھی اس کے فرائض کا حصہ ہوتا ہے۔ کسی افسر یا باس کے طعنوں سے بیزار شوہر اگر جسمانی نہ سہی ذہنی تشدد کے کئی کوڑے اس پر برسا دیتا ہے۔

مرد نے عورت کو مساوات مرد وزن کا پُر فریب راستہ دکھا کر اُسے سبھا کی پری بنا دیا ہے۔ اسی طرح مغرب زدہ طبقہ نے عورت کو زندگی کے ہر میدان میں معاشی ضرورت کے نام پر مرد کے دوش بدوش لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ تاکہ وہ اس کے گھر کے دھندوں کو بھی سنبھالے، بچوں کی پرورش بھی کرے اور اسے راحت وسکون مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ بیرون خانہ بھی اس کے برابر کام کرے۔ یہ عورت پر ظلم ہی تو ہے۔ غیر ملکی سربراہ آتے ہیں تو تربیت یافتہ دوشیزاؤں کو موسیقی کی دھن پر رقص کروا کر ان کا استقبال کیا جاتا ہے۔ ہوائی جہازوں میں نوجوان نازک اندام کنواری لڑکیوں کو ایئر ہوسٹیس بنایا جاتا ہے۔ انہیں اعلیٰ تعلیم کے ذریعے مختلف شعبہ جات اور دفتروں میں ملازمت دی جاتی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ اختلاط کے مواقع میسر آسکیں۔

عورتوں پر مظالم کے کئی طریقے مردوں کے ذریعے آزمائے جارہے ہیں اور عمل میں لائے جارہے ہیں۔ جدید ڈیزائن کے نیم عریاں لباس اور جدید ماڈل کے برقعے تیار کئے جارہے ہیں۔ یہ عورت کے لئے ستر وحجاب کا کام تو کیا کرتے اس کی جسمانی ساخت کو عریاں اور نمایاں کردیتے ہیں۔ اسی طرح نسوانی تصاویر اور عریاں نسوانی مجسموں کو بھی مرد نے سوسائٹی میں عام کردیا ہے۔ مختلف میگزین اور رسائل کے ٹائٹل، دکانوں کے سائن بورڈ پر بھی عورت کی تصویر نظر آتی ہے۔ ہر جگہ عورت کو ہی ذریعہ اشتہار بنایا گیا ہے۔ عورت کی نسوانیت کی اس طرح پامالی یہ عورت پر ظلم ہی تو ہے۔

اسی طرح شادی کے بعد اگر اولاد نہ ہو تو بھی عورت مرد کے ظلم کا شکار بنتی ہے۔ بعض شوہر اس وجہ سے انہیں طلاق دے دیتے ہیں اور انہیں در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کردیتے ہیں۔ بعض مرد طلاق نہ دیتے ہوئے ان پر سوتن لے آتے ہیں اور پہلی بیوی کی حیثیت ایک خادمہ کی سی بنادیتے ہیں۔ اولاد نرینہ (لڑکا) نہ ہونے کی صورت میں بھی عورت کو طلاق دے دی جاتی ہے۔ لالچی مرد کم جہیز لانے پر بیویوں کو ظلم کا نشانہ بناتے ہیں۔ اکثر اوقات یہ اپنی حد سے گزر کر انہیں مار دیتے ہیں یا زندہ جلا دیتے ہیں۔

**عورتوں کے ذریعے:**

آج معاشرے میں عموماً جہالت کی بناء پر عورت ہی عورت کے ظلم کا شکار ہورہی ہے۔ مثلاً مختلف اقوام میں سسرالی رشتے کی عورتیں ساس، نند وغیرہ بہو پر ظلم ڈھاتی ہیں۔ اسے گھر کا ایک فرد ماننے کی بجائے گھر کی خادمہ سمجھتی ہیں کبھی بدسلیقہ ہونے کی شکایت تو کبھی جہیز کی کمی کا رونا روتی ہیں۔ سسرالی عورتیں ہر وقت کے طعنوں سے بہو کی زندگی اجیرن کردیتی ہیں۔ اس طرح ایک عورت ہی ساس بن کر دوسری عورت بہو پر حکمرانی کرتی ہے۔ ایسے مشترکہ خاندانوں میں بہو کا جینا محال ہوجاتا ہے۔ بہو کبھی ساس کے طعنے سنتی ہے تو کبھی نند کے ظلم کا شکار بنتی ہے۔ بہو کو اولاد نہ ہونے کی صورت میں بھی اسی کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ اسے ہر وقت بے اولاد اور بانجھ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ ماں بیٹے کو مجبور کرکے اس کی دوسری شادی کردیتی ہے۔ اس طرح پہلی بہو کو یا تو طلاق دلادی جاتی ہے یا پھر سسرال والوں کے ساتھ ساتھ اپنی سوتن کی خادمہ بن کر زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ ایسی مظلوم عورتیں در در بھٹکنے پر مجبور ہوجاتی ہیں۔ کم حوصلہ عورتیں خودکشی بھی کرلیتی ہیں۔

بعض لالچی خواتین اپنی بہوؤں پر بھی ظلم وستم کرتی ہیں۔ اپنے بیٹے کی کوئی فرمائش یا تجارت کے لئے میکے سے رقم لانے کے لئے اصرار کرتی ہیں۔ اس کام کے لئے انہیں بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے مارا پیٹا جاتا ہے۔ حاملہ بہو کی جانچ کرلیتی ہیں اگر اس کے شکم میں پلنے والے بچہ کی جنس مؤنث ہے تو اسقاط کرادیا جاتا ہے۔ مالدار گھرانوں میں جو عورتیں خادمہ کا کام کرتی ہیں۔ ان پر مالکن خواتین بیجا ظلم ڈھاتی ہیں۔ بہت کم اجرت دی جاتی ہے۔ باسی کھانا دیا جاتا ہے اور نقصان ہونے کی صورت میں ان کی مزدوری میں کٹوتی کردی جاتی ہے۔ اسی طرح بعض سوتیلی مائیں بھی سوتیلی بیٹیوں کو اپنے ظلم کا شکار بناتی ہیں گھر کی خادمہ سمجھ کر ان سے کام لیا جاتا ہے۔

بعض خواتین قحبہ گری کے اڈے چلاتی ہیں۔ جو اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ بھولی بھالی معصوم لڑکیوں کو ملازمت کا لالچ دے کر یا ہیروئین بنانے کا فریب دے کر ان اڈوں تک پہنچاتی ہیں۔ اور پھر ان لڑکیوں پر عورتوں کے ذریعے ظلم وستم ہوتا ہے۔ ایک عورت دوسری عورت کی زندگی برباد کردیتی ہے۔ اس طرح بعض خواتین بردہ فروشی کا بھی کام کرتی ہیں۔ بردہ فروش خواتین ان بھولی بھالی معصوم لڑکیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح فروخت کردیتی ہیں۔ اس طرح یہ عورت کا عورت پر ظلم ہی تو ہے۔

**عورت کا ظلم خود اپنی ذات پر**

عورت بذات خود اپنے اوپر بھی ظلم ڈھاتی ہے، کئی طریقوں سے وہ اپنے آپ کو ظلم کا نشانہ بناتی ہے۔ عورت کا دائرہ کار اس کا گھر ہے، وہ اپنے گھر کی ملکہ ہے۔ لیکن جب خواتین اس دائرہ کی حد کو پار کردیتی ہیں تو پھر ان کے لئے سکون کی زندگی گزارنا محال ہوجاتا ہے۔ ملازمت یافتہ خواتین جب مردوں کے شانہ بہ شانہ دفتروں میں اور مختلف شعبوں میں کام کرتی ہیں۔ انہیں اپنے باس کی مختلف پارٹیز میں بھی شامل ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح مرد وزن کے اختلاط سے ان کی پاک دامنی پر حرف آتا ہے۔

اسکول اور کالجز میں درس وتدریس کا کام کرنے والی خواتین بھی اپنے آپ پر ظلم کرتی ہیں وہ بظاہر خوشحال نظر آتی ہیں مگر ان کی زندگی میں بڑا خلاء ہوتا ہے۔ دہری زندگی کی مار انہیں جھیلنا پڑتی ہے۔ گھر آنے کے بعد گھریلو ذمہ داریاں بھی نبھانی پڑتی ہیں۔ جس سے ان کی زندگی کولہو کے بیل کی مانند ہوجاتی ہے۔ ان خواتین کو اپنی گھر گرہستی اور ملازمت کے درمیان توازن برقرار رکھنا مشکل ہوجاتا ہے۔

مغرب زدہ فیشن پرستی کے اس دور میں بعض خوبصورت خواتین ماڈلنگ، بیوٹی کوئن اور فلموں کی ہیروئن بننے کے چکر میں اپنا سب سے قیمتی سرمایہ حیات اپنی پاکیزگی نسوانیت اپنی عفت وعصمت گنوا بیٹھتی ہیں۔ یہاں تک کہ سماج انہیں کوٹھے کی زینت بنا دیتا ہے۔ وہ مردوں کی ہوس کا نشانہ بنتی ہیں سماج میں ان کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ کچھ عورتیں سماجی رسم ورواج کے بندھن میں جکڑ کر اپنے آپ پر ظلم ڈھاتی ہیں۔ ہندو دھرم جین مت وغیرہ میں بیواؤں کی شادی کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ یہ بیوہ عورتیں شادی نہیں کرپاتیں۔ یہ عورت کا خود اپنی ذات پر ظلم ہے۔ عیسائی قوم کی عورتیں گرجا میں راہبہ بن کر زندگی گزارتی ہیں۔ ہندو دھرم کی عورتیں مندروں اور مٹھوں میں دیوداسیاں بن کر تجرد کی زندگی گزارتی ہیں۔ ●●

# جلائے آپؐ نے آکر حقیقتوں کے چراغ

**رئیس احمد نعمانی**

ہیں ان کے نام سے روشن عقیدتوں کے چراغ
جلا گئے ہیں جو ہر سو ہدایتوں کے چراغ

روایتوں میں تھا کھویا ہوا شعور بشر
جلائے آپؐ نے آکر حقیقتوں کے چراغ

بجھایا ان کو محبت کی سرد پھونکوں سے
جو اہل شر نے جلائے تھے نفرتوں کے چراغ

رسول پاکؐ کا ہے ایک معجزہ وہ بھی
بجھائے جس نے عرب کی عداوتوں کے چراغ

نہیں ہے نور کہیں اب سوائے قرآں کے
کہ جل کے بجھ گئے ساری شریعتوں کے چراغ

وہی تو اُن کے رفیقوں کا راستا ہے، جہاں
قدم قدم پہ ہیں روشن صداقتوں کے چراغ

ضیائے عدل و فروغ حیا کے پہلو میں
کئے گئے ہیں فروزاں شجاعتوں کے چراغ

نبیؐ کے چاہنے والوں نے حق کی راہوں میں
جلائے خون سے اپنے شہادتوں کے چراغ

حنین و بدر ہوں یا معرکہ ہو خندق کا
تھے سب میں نور فشاں حق کی نصرتوں کے چراغ

دلوں میں جن کے ہیں ایمان کی مشعلیں روشن
ملیں گے حشر میں ان کی شفاعتوں کے چراغ

خدا کا خوف ہے ان کو نہ کچھ رسولؐ کی شرم
جو راہ دیں میں جلاتے ہیں بدعتوں کے چراغ

تمام اہل نظر میرے ساتھ ساتھ چلیں
کہ میرے ساتھ ہیں حق کی امانتوں کے چراغ

نبی کی نعت کا حق مجھ سے کیا ادا ہو رئیسؔ
جلائے انؐ کے لئے رب نے رفعتوں کے چراغ

**طب وصحت**

# موسم سرما کے میوہ جات اور اُنکے فوائد

**حکیم محمد ابراہیم شیخ**

ماہ نومبر کے آنے پر موسم تبدیل ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ اس طرح سردیوں کے آغاز کے ساتھ ہی خشک میوہ جات روز مرہ خوراک کا حصہ بن جاتے ہیں۔ خوش مزاج لوگ تو موسم سرما کا انتظار کرتے ہیں کیونکہ یہ میوہ جات غذائیت سے بھرپور ہوتے ہیں جو جسمانی توانائی کی فراہمی اور تازہ خون میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ مغزیات کا استعمال تو قدیم دور سے ہے مگر جدید تحقیق کے مطابق ان کی افادیت، صحیح استعمال اور ان میں موجود ضروری غذائی اجزاء سے آگاہی کے بعد سے میوہ جات کے استعمال میں اضافہ ہورہا ہے۔ خشک میوہ جات میں بادام، پستہ، اخروٹ، چلغوزے، ناریل، کاجو، مونگ پھلی، کشمش، چرونجی، خوبانی، انجیر، تل ودیگر شامل ہیں۔

**بادام:**

بادام ایسا ایک مغز ہے جس کو غذائیت، افادیت اور ادویاتی خصوصیات کی وجہ سے شہنشاہ کا مقام حاصل ہے۔ بادام کی دو اقسام ہیں۔ یہ ایک مؤثر صحت بخش غذا ہے۔ خون کی کمی میں بادام کا استعمال مفید ہے کیونکہ اس میں تانبا، فولاد پایا جاتا ہے جو دوسرے وٹامنز کے ساتھ مل کر ہیموگلوبن (Hemoglobin) (سرخ ذرات) کے بننے کے عمل کو تیز کرتا ہے۔ پورے بدن خاص طور پر دماغ اور آنتوں کی خشکی کے لئے اعلیٰ میوہ ہے۔ یہ فتنس، اعصاب کی مضبوطی قائم کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ ایسے افراد جو زیادہ تر ذہنی کام کرتے ہیں، انہیں بادام کا زیادہ استعمال کرنا چاہئے۔ بادام، کا تیل قبض کی شکایت دور کرنے اور دماغی طاقت کے لئے مؤثر ہے، پیشاب کی سوزش اور سوزاک کو دُور کرتا ہے۔ بادام پیس کر جلد پر لگانے سے جلد ملائم اور چکنی ہوجاتی ہے، کولیسٹرول بھی کم کرتا ہے۔ اس میں ایسے قدرتی اجزاء شامل ہیں جو دماغی قوت اور اعصاب کو مضبوط بناتے ہیں۔

**خمیرہ بادام کا نسخہ:**

بادام ۵۰۰ گرام، رات کو پانی میں بھگوا کر صبح گلینڈ کر کے چھان لیں، اس میں شکر ڈیڑھ کلو اور لیموں کا عرق ۵ گرام ملا کر قوام بنالیں۔ بعدازاں حلوہ کی طرح اس میں دانہ الائچی سبز ۲۵ گرام، ورق، نقرہ ۲۰ عدد ملا کر محفوظ کرلیں۔ خوراک ۱۰ گرام سے ۲۰ گرام تک صبح کھائیں۔

**حریرہ بادام:**

دماغ کو قوت دیتا ہے۔ تراوٹ پیدا کرتا ہے۔ بے خوابی، دائمی نزلہ زکام، خشک کھانسی کو بھی رفع کرتا ہے۔

نسخہ: بادام، ۷ عدد، مغز کدو تین گرام، مغز تربوز تین گرام، کالی مرچ تین دانے، مصری ۲۴ گرام، خشخاش ۳ گرام، کاہو تین گرام، تل سفید تین گرام، الائچی سبز ۷ عدد۔ سب کو پانی میں پیس کر آگ پر پکائیں، جب تیار ہوجائے تو سرد کر کے صبح نہار منہ خمیرہ گاؤ زبان خالص دس گرام کے ساتھ لیں خمیرہ پہلے کھا کر بعد میں لیں۔

**اخروٹ:**

اخروٹ کی ۵۰ سے زائد اقسام دنیا میں ہیں۔ مغز اخروٹ کے استعمال کے ساتھ ساتھ اطباء کرام اس کے چھلکے، پتے اور جڑ کو بھی مختلف امراض میں دوا کے طور پر کام میں لیتے ہیں۔ اخروٹ میں فولاد، کیلشیم پوٹاشیم پائے جاتے ہیں جو جسم کو بھرپور طاقت وتوانائی بخشتے ہیں۔ اس لئے اس کو زیادہ تر مقوی باہ کی معجونات میں شامل کرتے ہیں۔ بھنا ہوا مغز اخروٹ پرانی کھانسی اور گلے کے لئے مفید ہے۔ مغز اخروٹ ذہن کو تروتازہ اور اعصاب مضبوط رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مغز اخروٹ اپنی گرم تاثیر کی وجہ سے سرد امراض جوڑوں کے درد، فالج ولقوہ میں دیگر ادویہ کے ساتھ بیرونی استعمال میں آتا ہے۔

**مغز اخروٹ کا نسخہ برائے پرانی کھانسی وگلے کی خرابی، اس سے بلغم کی پیدائش رُک جاتی ہے:**

مغز اخروٹ ۲۰ گرام، تخم کتاں دس گرام، رب السوس دس گرام، گوند کیکر ۱۰ گرام، بادام ۱۰ گرام، فلفل سیاہ دس گرام، شکر تیغال ۱۰ گرام، شکر ۶۰ گرام، ان سب کو پیس کر پانی میں گولیاں برابر نخود بنالیں۔

**پیٹ کے کیڑے (دیدان شکم):**

مغز اخروٹ ۲۰ گرام، پلاس پاپڑہ دس گرام، مصری دس گرام۔ ان سب کو کوٹ لیں۔ یہ ایک خوراک ہے۔ رات کو سوتے وقت شربت گڑ ۲۵ گرام یا گڑ کے پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

**پستہ:**

یہ ایک سخت پوست کا میوہ ہے، اس کو توڑنے سے اندر سے سبز مغز نکلتا ہے، جس کو مغز پستہ کہتے ہیں، جو دل ودماغ کو قوت دیتا ہے، حافظہ تیز کرتا ہے، سرد موسم میں ہونے والی کھانسی کے لئے مؤثر ہے، بلغم کے اخراج میں مدد دیتا ہے اور گردے کی لاغری کو بھی دُور کرتا ہے۔ اس کا پھول، چھلکا بھی دوا کے طور پر کام آتا ہے۔ ہچکی بند کرنے کے ساتھ قے اور متلی کو زائل کرتا ہے، آنتوں کو فوری قوت دیتا ہے۔ پستہ میں وٹامن، کیلشیم، پروٹین، اور پوٹاشیم جیسے عناصر موجود ہوتے ہیں جو جسمانی توانائی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

**مغز پستہ کا نسخہ برائے معجون قوت حافظہ:**

مغز پستہ ۱۰۰ گرام، زنجبیل ۲۰ گرام، مصطگی رومی دس گرام، شہد ۲۰۰ گرام، کشتہ نقرہ تین گرام، حسب طریقہ معجون تیار کریں۔ صبح نہار منہ اور سوتے وقت دودھ کے ساتھ دس گرام خوراک لیں۔

**ناریل:**

اس کو کھوپرا بھی کہتے ہیں۔ یہ جسمانی صحت کے لئے بہترین غذا کا حامل ہے۔ خون پیدا کرتا ہے۔ سینہ نرم کرتا ہے، بینائی کو قوت دیتا ہے، عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ خاص کر حمل کے دنوں میں حاملہ کی عام جسمانی کمزوری دور ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ بچہ خوبصورت اور تندرست پیدا ہوتا ہے۔ اس سے بخار کی حالت میں ہونے والی گھبراہٹ دُور ہوجاتی ہے۔ پیٹ کے کیڑے بھی مرجاتے ہیں۔

**مغز ناریل کا نسخہ برائے دماغ افروز:**

اعلیٰ درجہ کا مقوی دماغ اور دماغی کام سے پیدا شدہ تھکاوٹ کو دور کرنے میں مؤثر ہے۔ ناریل ۲۰۰ گرام، مغز بادام ۳۰۰ گرام، چھوہارا گٹھلی نکال کر ۳۰۰ گرام۔ تینوں کو صاف کر کے رات کو دوکلی پانی میں بھگودیں۔ صبح کو گلینڈر میں پیس کر چھان کر شکر ایک کلو ملا کر گاڑھا محلول بنائیں، جب محلول بن جائے تو اتار کر جاوتری تین گرام، دانہ الائچی سبز تین گرام، دارچینی تین گرام، زعفران اصلی چھ گرام، کچلہ مدبر تین گرام لونگ تین گرام ورق نقرہ چھ گرام اس میں شامل کریں۔ بدن کو تندرست وتوانا رکھنے کے لئے روزانہ صبح نہار منہ دس گرام استعمال کریں۔

**چلغوزہ:**

یہ صنوبر کے درخت کا پھل ہے جو شیریں ولذیذ ہوتا ہے۔ یہ بطور خشک میوہ سردیوں میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ یہ دل، پٹھوں، گردے اور مثانے کو بھرپور قوت دیتا ہے، آنتوں کی فاسد رطوبات کی اصلاح کرتا ہے، جسم میں حرارت پیدا کرتا ہے۔ یہ مثانہ کی پتھری کو دُور کرتا ہے اور بدن کی طاقت کے ساتھ مادہ تولید بھی پیدا کرتا ہے۔

**مغز چلغوزہ کا نسخہ برائے قلت اللبن**

مغز چلغوزہ تین گرام، مغز پنبہ دانہ تین گرام، تودری سرخ تین گرام، بادیان ۵ گرام، دانہ الائچی سبز تین گرام، پانی میں پیس کر شیرہ نکال کر مصری بیس گرام شامل کر کے صبح نہار منہ استعمال کریں۔ اس کے ساتھ عرق عنبر تین چمچہ بھی لیں۔ گردہ کی تقویت اور لاغری دور کرنے کے لئے مفید ہے۔ گردہ کے اوپر چربی پیدا کرنے کے لئے مغز چلغوزہ دس گرام، مکھن دس گرام، شہد ۲۰ گرام، صبح نہار منہ دودھ کے ساتھ استعمال کریں۔

**کشمش**

انگور بیل میں پک کر خشک ہوجائے اسے کشمش کہتے ہیں۔ یہ سرخ، سبز سیاہ اور سفید رنگ کی ہوتی ہیں، زیادہ مؤثر سبز رنگ کی ہوتی ہے۔ کھانسی، نزلہ، بخار، قبض میں مفید ہے، مقوی ومنی بھی ہے۔ اس کا بطور غذا بہت استعمال ہے۔ اس میں موجود پوٹاشیم، کاپر اور فولاد جسم کو بھرپور توانائی فراہم کرتے ہیں۔

**کشمش کا نسخہ**

جنرل ٹانک برائے تقویت: کشمش ۲۵ گرام، بادام ۱۲ عدد، رات کو پانی میں بھگودیں، صبح نہار منہ استعمال کریں۔

**دمہ کے لئے نسخہ:**

کشمش پچاس گرام، تخم دھتورہ پانچ گرام، کچلہ مدبر ایک گرام، حسب طریقہ گولیاں برابر نخود صبح، دوپہر، رات کے کھانے کے بعد ایک ایک گولی۔

**خوبانی:**

یہ مشہور پھل نہایت خوش ذائقہ، میٹھا اور مزے دار میوہ ہے۔ گرم مزاج والوں کو مفید ہے۔ منہ کی بدبو کو دُور کرتی ہے۔ سدہ کھولتی ہے۔ معدہ کی سوزش کو دُور کرتی ہے۔ جملہ اعضا کو قوت دیتی ہے۔

**خوبانی کا نسخہ برائے بواسیر**

انجیر پانچ عدد، خوبانی پانچ عدد، رات گرم پانی میں بھگودیں، صبح نہار منہ ہمراہ پانی سے۔

**چھوہارا:**

یہ ایک قسم کی خشک کھجور ہے، جس کو چھوہارا کہتے ہیں۔ اس میں غذائیت بہت ہوتی ہے۔ بدن کو فربہ کرتا ہے، کمر اور گردوں کو طاقت دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں پروٹین، فاسفورس، ٹے نن، وٹامن اے’بی’ سی پائے جاتے ہیں۔ چھوہارے کا مشہور مرکب معجون آردخرما ہے۔

**چرونجی:**

چرونجی کے استعمال سے جسم کو توانائی حاصل ہوتی ہے، بدن کو فربہ کرتی، بلغمی مادہ کو براہ راست خارج کرتی، چہرے کے رنگ کو صاف کرتی ہے، گرمی دانے میں بھی مفید ہے، جوشِ خون ویاس کو تسکین دیتی ہے۔

**چرونجی کا نسخہ برائے قوت باہ**

چرونجی دس گرام، بادام دس گرام، شکر ۱۵ گرام، دونوں مغز کو پانی میں پیس کر شیرہ نکال کر شکر شامل کر کے صبح نہار منہ پلائیں۔

**ضماد مہاسہ چرونجی**

چہرے کے رنگ کو نکھارنے اور جھائیاں دور کرنے کے لئے چرونجی تین گرام، خشخاش سفید تین گرام، ترمس تین گرام، تخم باقلہ تین گرام، مغز خربوزہ تین گرام۔ سب کو پیس کر دودھ پانی میں ملا کر چہرے پر ضماد کریں۔ صبح منہ دھو کر روغن چنبیلی لگائیں۔

**انجیر:**

قرآن شریف میں "التیـــن" کے نام سے اس کا ذکر موجود ہے۔ انجیر آنتوں کو نرم کرنے کی صلاحیت کے باعث بواسیر کے لئے فائدے مند ہے، قبض کو بھی دور کرتا ہے، ورم طحال اور تلی وجگر کے سدے کھولنے میں مؤثر ہے، دافع تیزابیت اور مقوی ہضم ہے، مدر بول ہونے کی وجہ سے گردوں کو صاف کرتی اور ریگ گردہ ومثانہ میں استعمال نافع ہے۔

**انجیر کا نسخہ:**

برائے بادی بواسیر ودائمی قبض: انجیر پانچ عدد، رسوت ۲۵ گرام، ایلوا، ۲۵ گرام، روغن بادام ۱۲ گرام، حسب طریقہ گولیاں برابر نخود، رات کو سوتے وقت گرم پانی کے ساتھ دو گولیاں لیں۔

**تل:**

تل ایک مقبول عام روغنی بیج ہے۔ یہ تین قسم کے ہوتے ہیں: سیاہ، سفید اور سرخ۔ ان میں تل سیاہ زیادہ مفید ہوتے ہیں۔ ان میں فولاد کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ یہ مسمن بدم، مولد شیر ومنی، مقوی باہ محلل اورام ہیں۔

**بول فی الفراش**

تل سیاہ ۵۰ گرام، اجوائن دیسی ۵۰ گرام، گڑ ۱۰۰ گرام، گڑ کو پانی کے ایک کپ میں اتنا پکائیں کہ گاڑھا محلول بن جائے۔ دوسری دونوں ادویہ کو باریک پیس کر گڑ کے محلول میں لڈو بنائیں، ایک لڈو صبح نہار منہ اور ایک رات کو سوتے وقت۔

باقی صفحہ ۸ پر

# غزہ میں اسرائیلی جارحیت اور مسلم حکمران

**خالد راؤ**

غزہ پر صیہونی افواج کے بہیمانہ حملوں سے جہاں اسرائیلی بربریت اور سفاکی کا پتہ چلتا ہے، وہیں مسلم حکمرانوں کی عموماً اور عرب حکمرانوں کی خصوصاً بے حسی اور بے غیرتی بھی آشکار ہوتی ہے۔ ان حملوں کے آغاز سے پہلے اسرائیلی وزیر خارجہ نے مصر کا دورہ کیا اور مصری حکام کو بھی حملوں کے بارے میں اعتماد میں لیا یہی وجہ ہے کہ آنے والے دنوں میں ہم نے دیکھا کہ پوری مسلم امہ کے مطالبے اور مظلوم فلسطینیوں کی حالت زار دیکھنے کے باوجود مصر نے رفحہ کراسنگ نہ کھولنے کا فیصلہ کیا تاکہ غزہ میں بسنے والے فلسطینی بیرونی دنیا سے کسی بھی قسم کی طبی اور انسانی امداد حاصل نہ کرسکیں۔ ایران نے فلسطینیوں کے لئے پچھلے دنوں جو امداد بھیجی اسے بھی مصر نے روک لیا مصری حکومت کے سفاکانہ فیصلے کے پیچھے صرف اسرائیلی حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ یاد رہے کہ غزہ کا علاقہ اسرائیل کے نامسعود وجود سے پہلے مصر ہی کا حصہ تھا، دوسری جانب سعودی عرب اور اردن بھی اسرائیلی جارحیت کے سامنے نہ صرف خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہا ہے۔

سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ نے پچھلے سال کے آخر میں نیویارک میں بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالے سے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا تھا ان کی خصوصی دعوت پر اسرائیلی صدر سمیت اسرائیل کے چودہ رکنی وفد نے شرکت کی تھی اور خادم الحرمین شریفین شاہ عبداللہ کی میزبانی کا شرف حاصل کیا تھا۔ اس خصوصی عزت افزائی کا جواب دیتے ہوئے صیہونی صدر نے اپنے خطاب میں سعودی فرمانروا کو مخاطب کرتے ہوئے ان کی قیادت اور وژن کی تعریف کی اور درخواست کی کہ وہ عرب دنیا میں اپنی قیادت کو برقرار رکھیں اور ساتھ ساتھ اس امید کا اظہار کیا کہ شاہ عبداللہ کی آواز پورے خطے کی آواز بن جائے۔

غزہ پر ہونے والے زمینی حملوں نے یہ بات واضح کردی ہے کہ مستقبل میں ہونے والی کسی بھی ممکنہ پیش رفت سے پہلے عرب اور اسرائیلی حکام حماس کو کمزور کرنا چاہتے ہیں تاکہ بعد میں کسی بھی سودے بازی اور مظلوم فلسطینیوں کے حقوق سے غداری کی صورت میں حماس کوئی بھی مزاحمت نہ کرسکے یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ماضی میں ہونے والی عرب اسرائیل جنگوں میں تمام عرب ممالک بشمول مصر اردن اور شام کی مشترکہ افواج مسلسل اسرائیل سے شکست کھاتی رہیں اور یکے بعد دیگرے اپنے علاقے اسرائیل کو سونپتی رہیں۔ واحد فتح جو عربوں اور مسلمانوں کے ہاتھ آئی وہ ۲۰۰۶ء میں ہونے والی حزب اللہ اور اسرائیل کی جنگ تھی جس میں اسرائیل کو عبرتناک شکست ہوئی، غزہ پر اسرائیلی حملوں کے آغاز کے بعد جب حزب اللہ کے سربراہ سید حسن نصر اللہ نے مصر کی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ غزہ کے فلسطینیوں کی امداد کے لئے رفحہ کراسنگ کھول دے تو مصری وزیر خارجہ نے اسرائیلی خواہشات کے مطابق ایران پر حماس کی مدد کا الزام لگایا اور مصر کو عربوں کی ماں قرار دیا۔ یاد رہے مصر نے عربوں میں سب سے پہلے اسرائیل کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کئے تھے اور اسرائیل کے ناپاک وجود کو تسلیم کیا تھا جس کی پیروی بعد میں اردن اور قطر نے کی، عرب حکومتوں کی جانب سے حماس کی مخالفت کی بڑی وجہ حماس کی عوامی پذیرائی اور جمہوری طریقوں سے منتخب ہونا ہے جب کہ تمام عرب ملکوں میں خاندانی بادشاہتیں ہیں اور وہ کسی بھی عوامی تحریک کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ پوری مسلم امہ کے دل فلسطینی عوام کے ساتھ دھڑکتے ہیں لیکن کیا ہمارے حکمراں بھی اس حوالے سے کوئی دلیرانہ اقدام کرسکیں گے؟ کیا عرب حکمرانوں کی حمایت وغیرت اس قتل عام کے باوجود بھی نہ جاگ سکے گی؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات آنا ابھی باقی ہیں۔ ●●

TELEGRAM : ADDAWAH NEW DELHI-110025
PHONES: Editor: 26958816, Manager: 26949539, Fax:26958816
E-mail:- dawattrust@yahoo.co.in, dawaturdu@indiatimes.com

DAWAT SEHROZA
NEW DELHI-110025

R.N.I. No.522/57
POSTAL REGISTRATION No.
DL (S) - 05 / 3128 / 2009 - 2011 & DL (S) - 05 / 3266 / 2006-08 (Foreign Post)

## تعلیمی میدان میں مسلمانوں کی حالت پہلے سے بہتر

نئی دہلی۔ تعلیم کے نقطۂ نظر سے مسلمانوں کی حالت میں کافی بہتری دیکھی جارہی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ برسوں کے مقابلے2007-08 میں اس کمیونٹی کے زیادہ بچوں نے اسکول کا رُخ کیا۔ نیشنل یونیورسٹی آف ایجوکیشن پلاننگ اینڈ ایڈمنسٹریشن کے ذریعہ تیار کردہ ایک رپورٹ کے مطابق2006-07 میں9.39 فیصد کے مقابلے2007-08 میں کمیونٹی کے اسکول جانے والے بچوں کا فیصد10.49 فیصد رہا۔

"ایلمنٹری ایجوکیشنل ان انڈیا" کے زیر عنوان جاری رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اَپر پرائمری سطح پر ان کے داخلے کا فیصد مذکورہ مدت میں 7.52 فیصد سے بڑھ کر8.54 فیصد ہوگیا۔ 2007-08 میں پرائمری کلاسوں میں داخلہ لینے والے بچوں کی تعداد تیرہ کروڑ بیس لاکھ سے بڑھ کر2007-08 میں تیرہ کروڑ چالیس لاکھ 90ہزار سے بڑھ کر پانچ کروڑ90لاکھ ہوگئی۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ پرائمری اور اَپر پرائمری کلاسوں میں لڑکیوں کے داخلے کے فیصد میں بھی اضافہ درج ہوا ہے۔ ان دونوں ہی کیٹیگریوں میں ان کا فیصد 2006-07 بالترتیب48.09اور46.51 سے بڑھ کر2007.08 میں بالترتیب48.22 اور 46.99 فیصد ہوگیا۔ اسی طرح ملک میں اسکولوں کی تعداد بھی2006-07 دس لاکھ 20ہزار سے بڑھ کر2007-08 میں ساڑھے بارہ لاکھ ہوگئی ہے۔

## بقیہ: موسم سرما کے میوہ جات......

**کاجو:** مشہور مخروطی شکل کا نہایت ہی لذیذ اور شیریں میوہ ہے، جو بدن کو فربہ کرتا ہے، دل کو طاقت دیتا ہے، مادہ تولید بڑھاتا ہے، دماغ کو تقویت دیتا ہے، جذام میں بھی مفید ہے۔ کاجو اور شہد کو صبح نہار منہ استعمال کیا جائے تو نسیان کی تکلیف کو دُور کرتا ہے۔

**مونگ پھلی:**

موسم سرما کا مقبول عام وسستا ترین خشک میوہ ہے۔ مقوی اعصاب ہے۔ یہ اخروٹ کا مترادف تصور کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں وٹامن بی ون، پروٹین، کیلشیم فاسفورس ہوتا ہے۔

مونگ پھلی کا نسخہ بدن کو فربہ کرنے کے لئے مونگ پھلی مغز ۲۰ گرام، خشخاش ۲۰ گرام، مغز فندق ۲۰ گرام، بادام ۲۰ گرام، مغز چلغوزہ ۲۰ گرام، حب الخضرا ۲۰ گرام، تل سفید ۲۰ گرام، ناریل ۲۰ گرام، شکر ۱۵۰ گرام، گھی اصلی ۲۰ گرام۔ مغزیات کو الگ الگ اور شکر کو باریک پیس کر گھی کی مدد سے لڈو بنائیں۔ صبح وشام ایک ایک لڈو دودھ سے استعمال کریں۔ ●●

## ملی ماڈل اسکول کی کارکردگی

نئی دہلی۔ ۱۸ رجنوری کو مدرسۃ البنات للاسلامیہ، نورنگر میں عبدالرزاق رننگ ٹرافی کے تحت مسابقاتی پروگرام منعقد ہوا۔ تقریباً نو اسکولوں کی طالبات نے شرکت کی۔ مجموعی اعتبار سے ملی ماڈل اسکول نے اوّل انعام حاصل کیا۔ جونیئر گروپ میں آمنہ بدرالحسن نے حمد میں تیسری پوزیشن، عافیہ خانم نے تقریری مقابلہ میں دوسری پوزیشن اور تحریری مقابلے میں سمیہ رفیق نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ سینئر گروپ میں حمد کے مقابلے میں ثنا صابری نے پہلی، نعت میں دوست محمد نے تیسری، تقریری مقابلے میں نشاہ محبوب نے دوسری اور تحریری مقابلے میں شاہین نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔

"جو شخص دنیا سے پیار کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو ضرور نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرور بگاڑتا ہے، لوگو! دائمی کو عارضی پر ترجیح دو۔ (مشکوٰۃ شریف)

# بقیہ: بہتر شخصیت کی تعمیر کیلئے مطلوب بنیادی عناصر

مطابق ماضی، حال اور مستقبل صرف اور صرف فریب ہیں جن کے جبر سے ہمیں جلد سے جلد آزاد ہو جانا چاہئے۔ اس لئے ہمیں آنے والے کل سے آگے دیکھنا ہوگا۔ ایسے لوگوں کے مطابق ہم ہر گزرتے لمحے کے ساتھ کچھ نہ کچھ سیکھتے ہیں جو علم کے نام پر ہماری زندگی میں آمرانہ حیثیت حاصل کر لیتا ہے۔ اور ہم لمحہ بہ لمحہ نئے نئے آمروں کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں لٹکاتے چلے جاتے ہیں۔ الغرض مہد سے لحد تک ہم نہ جانے کتنے کروڑوں اربوں کھربوں تجربات وحوادث ومشاہدات کے غلام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسی لئے ان نام نہاد مفکرین نے اسے ماضی کے جبر سے تعبیر کیا ہے۔ نتیجتاً انہوں نے تمام نظریات، مکاتب فکر، مذاہب عالم، یا تحریکوں کو پرانے فرنیچر سے زیادہ کی حیثیت نہیں دی۔ اس طرح انہوں نے نسل انسانی کو ہزار سالہ تجربات ومشاہدات سے محروم کرنے کی مہم شروع کردی ہے تاکہ ہر آن، ہر گھڑی، ہر لمحہ ہم زندگی کی نئی ابتداء کرسکیں، ایسا کرنا کہاں تک صحیح ہے یہ تو آنے والا وقت ہی طے کرے گا۔ بالفرض ومحال اگر اس دنیا کا ہر آدمی اس پر عمل پیرا ہو جائے تو اس دنیا کی کیا درگت ہوگی اس کے صرف خیال سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب وہ ہر آن، ہر لمحہ ہر گھڑی اپنی ذات اور زندگی کی از سر نو بازیافت پر زور دیتے ہیں، تو چیزیں کافی حد تک قابل فہم ہو جاتی ہیں، کیونکہ انسانی نفسیات کا کوئی پتہ نہیں کہ کب کیا کر بیٹھے۔ کب ایک زاہد متقی پرہیزگار انسان ظالم وجابر، بدکار اور غاصب ہو جائے اور کب ایک ایسا انسان جو ظلم وجبر کی ہر انتہا کو پار کر چکا ہے۔

منصف مزاج، رحم دل، متقی، پرہیزگار اور زاہد بن جائے، اس طرح کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے اور اس کے بارے میں کوئی پیشگی اطلاع نہیں دی جاسکتی کہ کب کون سا واقعہ ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا کسی کرشمہ کے تحت ہی ممکن ہو پاتا ہے اور کرشمے روز روز ظہور پذیر نہیں ہوا کرتے۔ اس لئے ہر گھڑی، ہر ہر لمحہ کے ساتھ داروغہ یا چوکیدار والا سلوک کرنا بھی تو کسی صورت جائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ آخر لمحات کی بھی تو نجی زندگی ہوتی ہوگی۔ دوسری بات اس ضمن میں جو بات سامنے آتی ہے وہ اس طرح کی باتیں کرنے والوں کا دوغلا پن ہے۔ ایک طرف تو صدیوں کی آزادی چاہتے ہیں اور دوسری طرف صدیاں جن لمحات سے وجود میں آتی ہیں انہیں غلام بنانے کی سازشیں کی جارہی ہیں یہ تو گندم بونے اور جو کاٹنے جیسا ہی مہمل ہوا۔ اگر ہمیں کسی کے ماخذ ہدایت، یا کسی کے مارگ درشن، کسی کے راستے کی کوئی ضرورت زندگی گزارنے کے لئے نہیں ہے تو پھر ظاہر ہے ہمیں ان راستوں اور طریق ہائے زندگی کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ جس کی تبلیغ وپروپیگنڈہ صبح وشام، اٹھتے بیٹھتے، ہر آن ہر گھڑی یہ لوگ کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ ایک ہی وقت میں یہ بھی بتا رہے ہوتے ہیں کہ ہمیں کسی مارگ درشن کی ضرورت نہیں اور دوسری طرف یہ لوگ ہمیں یہی بات اپنے لیکچرز، انکشافات اور مختلف النوع تصانیف کے ذریعہ بتاتے ہوئے اپنی رہنمائی میں چلنے کی تلقین بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے اگر آپ کا سب کچھ آپ کے لئے ہے حتیٰ کہ لمحہ موجود ہی سب کچھ ہے اور اس پر گزرے ہوئے کسی لمحے کی پرچھائیں تک کو ماضی کا جبر گردانا جاتا ہے تو پھر آپ ان تصانیف کو بھی شائع کیوں کرواتے ہیں۔ کیوں نہیں وہ اپنا سارا لٹریچر ضائع ہو جانے دیتے؟

اگر گزرے ہوئے کل کی کوئی معنویت ہمارے آج کے لئے نہیں ہے اور ہمارا آج ہمارے آنے والے کل کے لئے بالکل ہی بے معنی ہے تو پھر یہ انکوائری کیسی؟ سچائی کی تلاش کیسی؟ اگر گزرے ہوئے کل کی سچائی گزرے ہوئے کل کے مقبرہ میں ہی دفن ہو جاتا ہے اور آنے والے کل کی سچائی کا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے تو پھر یہ ساری جدوجہد اور یہ آزادی اور مکمل آزادی کا نعرہ چہ معنی دارد؟ کیا سچائی کو اس طرح پل پل مرتے ہوئے دیکھتے رہنے کے لئے زندہ رہنا ہی مکمل آزادی کا وہ خواب ہے جسے ان سب کے سب ٹٹ پونجیوں نے مل کر دیکھا ہے۔

اگر اس دنیا میں اپنے اپنے وقتوں کے تمام کنفیوزڈ لوگوں کی زندگی کا بنظر غائر مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ۹۰ فیصد لوگوں کے ایب نارمل ہونے کی بنیادی وجہ وہ ماحول ہے جس میں ان کی مائیں دوران حمل رہتی رہی ہیں۔ پس ثابت ہو جاتا ہے کہ دوران حمل بچہ کی ماں کو بہتر، پاکباز، متقی اور پرہیزگار یعنی دینی ماحول میں رکھنا چاہئے تاکہ ایک بہتر شخصیت کی تعمیر کو ممکن بنایا جاسکے کیونکہ بچہ کی زندگی اس کی پیدائش کے ساتھ شروع نہیں ہوتی بلکہ پیدائش سے بہت پہلے وہ رحم مادر میں اپنی اس زندگی کا آغاز کرتا ہے جو اس کی شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور وہ آگے چل کر بالکل اسی طرح اپنی ماں کو جنم دیتا ہے جس طرح سے ماں اسے جنم دیتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ ماں اس کی طرح اور کئی بچوں کو جنم دیتی ہے۔ جب کہ وہ بار بار ماں کو جنم نہیں دے سکتا۔ اسی لئے ماں کو یا تو ایک بہتر ماحول دیا جائے یا پھر ماں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنے گردوپیش سے متاثر نہ ہو۔

"مدرہڈ" (Mother hood) اپنے آپ میں ایک ادارہ ہے، فادرہڈ اور چائلڈ ہڈ بھی اپنے آپ میں ادارے ہی ہیں اور یہ تین مختلف تہذیبوں کی پیداوار ہیں۔ ماں اور باپ کو بچپن کی تہذیب کو سمجھنا ہوگا اور یہ بچپن کی تہذیب ہی ہے جو مدرہڈ اور فادرہڈ کی تہذیب کو ایک دوسرے کے قریب بھی لاتی ہے اور خود اپنے قریب بھی اور یہ تہذیب مدرہڈ کی تہذیب سے زیادہ مختلف نہیں ہوتی آخر اس کی آبیاری جو رحم مادر میں ہوتی ہے۔

ڈاکٹر لاگم کے مطابق بچہ کی پیدائش کے وقت ایک انجانے ڈر کی وجہ سے ماں کے جسم کے تمام پٹھے (Muscles) سکڑ جاتے ہیں۔ یہی وہ غیر فطری ردعمل ہے جس کی وجہ سے ماں کو دوران حمل تکلیف ہوتی ہے۔ اگر نفسیاتی طور پر ماں اپنے اس انجانے ڈر پر قابو پالے تو ڈیلیوری کے اس عمل کو نہ صرف آرام دہ بنایا جاسکتا ہے بلکہ اُس سے ماں لطف اندوز بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن بہت سے دوسرے ماہرین نفسیات ہیں جو ڈاکٹر لاگم سے متفق نہیں ہیں ان کے مطابق ڈیلیوری کے عمل کے دوران کی تکلیف ہی وہ واحد رشتہ ہے جو ماں اور بیٹے کے درمیان ایک اٹوٹ تعلق کو جنم دیتا ہے۔ اگر غیر فطری طریقوں سے اس درد پر قابو پالیا جائے تو پھر ماں کا رتبہ نفسیاتی طور پر ماں سے گھٹ کر ایک نرس تک آجاتا ہے۔ پیدائش کے بعد کی تحقیقات یہ صاف بتاتی ہیں کہ جن ماؤں نے اپنے بچوں کو اس غیر فطری طریقے سے جنم دیا وہ اپنے بچہ کی حقیقی مائیں کبھی نہیں بن پائیں۔ انہوں نے زندگی بھر اپنے بچے سے ایک نرس کا سا سلوک روا رکھا اور دوسری طرف پیدا ہونے والے بچے بھی آگے چل کر ہم جنسی پرست ہوتے چلے گئے۔ یہ ڈیلیوری کا دورانیہ ہی ہے جو یہ طے کرتا ہے آگے چل کر بچہ ہم جنس پرست ہوگا یا پھر نسل انسانی کے نارمل راستے پر چلتے ہوئے صنف مخالف میں اپنی جنسی تسکین کو ڈھونڈے گا۔ اگر ڈیلیوری کے دوران کی تکلیف کو لذت میں بدل دیا جائے۔ (جو کہ تجرباتی سطح پر ممکن بھی ہے) تو آگے چل کر پیدا ہونے والا بچہ ہم جنس پرست ہی ہوگا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ جب سے ڈاکٹر لاگم کا طریقہ مشہور ہوا اور دنیا کے اسپتالوں نے اسے اپنایا ہے اس دن سے آج تک ہم جنسوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور ترقی یافتہ ممالک میں تو اندیشہ ہے کہ مستقبل قریب میں ان ایب نارمل لوگوں کی تعداد کہیں نارمل لوگوں کے برابر نہ ہو جائے۔

ماہرین نفسیات کا ایک بڑا طبقہ ایسا بھی ہے جو بچہ کی پیدائش کے وقت اس جگہ پر یا کمرہ میں جہاں بچہ کی ڈیلیوری ہوتی ہے مکمل اندھیرے کی وکالت کرتا ہے۔ اور بڑے بڑے اسپتالوں میں جو روشنیوں کا انتظام ہے اس کو وہ امراض چشم کے سبب کے طور پر دریافت کرتا ہے۔ دلیل کے طور پر وہ جانوروں کو پیش کرتے ہوئے ان کی آنکھوں کی صحت کو بنیاد بناتا ہے اس طبقے کے مطابق جانوروں کو کبھی نمبر والے چشمے کی ضرورت اس لئے نہیں پڑتی کیونکہ وہ غیر شعوری طور پر اپنے بچہ کو کم روشنی والی جگہ پر یا پھر اندھیرے میں جنم دیتے ہیں اس لئے انہیں بینائی سے کبھی بھی محروم نہیں ہونا پڑا جب کہ دوسری طرف انسان کو بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ اس پرابلم سے جوجھنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیا کے ایک معقول تعداد آج نمبر والے چشموں کی محتاج ہو کر رہ گئی ہے۔

پیدائش کے بعد کے شروع کے پانچ سات سال بچہ زندگی کے سبب سے ضروری سال ہوتے ہیں۔ اس دوران بچہ جو کچھ سیکھتا ہے وہ تاعمر اُس کی شخصیت کا حصہ بنا رہتا ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے اُس کی زندگی کا وہ حصہ جو اس نے رحم مادر میں گزارا ہے اُس کے ماضی کا کام کرتا ہے۔

ماہرین نفسیات کا ایک طبقہ بچپن کی معصومیت سے اس قدر متاثر ہوا ہے کہ اُس نے اس کو تمام تر عزت واحترام کا مستحق قرار دیا ہے۔ اس طبقے کے مطابق بچہ قابل صد احترام ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ بڑا ہوتا ہے وہ زمانے کے چال چلن سیکھتا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ ان لاکھوں کروڑوں انسانوں جیسا گنا ہگار ہوتا چلا جاتا ہے حتی کہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک وہ بڑھاپے میں تو اُس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ بالکل ہی عزت کے قابل نہیں رہتا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بچے کی مکمل آزادی کی حمایت کی ہے۔

ایسی آرا اور مشورے جن کو انسان دنیا بھر کو دیتے دیتے تھک چکا ہوتا ہے اور دنیا اُسے نامنظور کرتے کرتے تھک چکی ہوتی ہے انہیں ہم اُن لوگوں پر تھوپنے لگتے ہیں جو بظاہر ہمارے رحم وکرم پر ہوں چاہے وہ ہماری پرسنل زندگی کا حصہ ہوں یا پروفیشنل زندگی کا۔ بچہ جب اپنی شخصیت کی تکمیل کے فطری مراحل میں ہوتا ہے اُس وقت اُسے ہماری مدد کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ دخل اندازی کی اور اپنی آئیڈیالوجی کو بچہ پر تھوپنا دخل اندازی کے زمرے میں ہی آتا ہے۔ بچہ صرف بچہ ہوتا ہے وہ میرا اور تمہارا نہیں ہوتا۔ کبھی بھی بچے کو اپنی ذاتی جائداد سمجھنے کی غلطی نہیں کرنی چاہئے۔ ایسا کرنا خلاف فطرت ہے۔ اللہ رب العالمین نے اُس بچے کو اس دنیا میں لانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اُن کی حیثیت ایک راستے کی ہے منزل کی نہیں۔ لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچے کو اپنی جائداد سمجھنے کی غلطی نہ کریں کیونکہ ایسا کرنے سے اُس کی شخصیت کا ارتقاء رُک جاتا ہے اور تنوع بری طرح متاثر ہوتا ہے۔

بچہ پر اپنی مرضی تھوپنے کے بجائے اُس کی رائے کا احترام کرنا چاہئے۔ وہ کیا سوچتا ہے کیا کہتا ہے، کیا کیا سوالات کرتا ہے یہ سب چیزیں ہنسی میں اڑانے کی نہیں ہیں بلکہ لائق احترام ہیں۔ ان کا احترام کیجئے اور یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ بچے کو عزت دینا نہایت ہی مشکل ترین امر ہے۔ بچے کو عزت دیتے وقت والدین کو جن مشکل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اُس سے بچے کے ساتھ ساتھ والدین کی شخصیت میں بھی کافی نکھار آجاتا ہے۔ اس مقام پر میں حیران کردینے والی بات کہنے والا ہوں اور وہ یہ کہ بچہ جب اپنی شخصیت کے ارتقاء کے فطری مراحل سے گزر رہا ہوتا ہے اُس وقت اُس کے احترام کے پیش نظر والدین کو نہ تو تہذیبوں کی، نہ تو تمدنوں کی، نہ ہی اخلاقیات کی اور نہ ہی مذاہب کی آواز پہ کان دھرنا چاہئے بلکہ اُس وقت صرف اور صرف فطرت کی آواز پہ کان دھرنا چاہئے۔ تاکہ بچہ کی تربیت انہی خطوط پر ہوسکے جو اس کو شخصیت کے نکھار میں ممد ومعاون ہوں۔ مگر یہ پرابلم مسلمان بچوں کی نہیں ہے کیونکہ اسلام فطرت کے اصولوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ بلکہ دوسرے ادیان کے پیروکاروں کے لئے ہے۔ جن کے مذاہب فطرت سے یا تو متصادم ہیں یا پھر پوری طرح ہم آہنگ نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام سن بلوغ میں قدم رکھنے سے پہلے کسی بھی فرد واحد سے اپنے احکام کی پابندی کا نہ تو مطالبہ کرتا ہے اور نہ ہی ان کی ادائیگی کا پابند کرتا ہے۔ چاہے وہ صلوٰۃ کا معاملہ ہو یا روزہ کا یا کسی دوسری ضروری چیز کا۔

جہاں تک مدرہڈ کا تعلق ہے، اُسے بچہ فطری طور پر قبول کرتا ہے، مگر فادرہڈ کے تعلق سے بچے کا رویہ قدرے مختلف ہوتا ہے۔ مدرہڈ کو تو بچہ فطری طور پر اس لئے قبول کرلیتا ہے کیونکہ نو مہینے تک رحم مادر میں اُس نے ماں کی ہی زندگی جی ہے۔ مگر فادرہڈ کے منصب پر فائز ہونے کے لئے باپ کو بچہ کی پیدائش کے بعد بھی اپنا کردار بحسن وخوبی انجام دینا ہوتا ہے فادرہڈ ایک ایسی منزل ہے جس تک پہنچنے کا ہر راستہ تنگ اور تاریک ہے۔ ●●

دعوت

پرنٹر، پبلشر خلیل احمد نے دعوت ٹرسٹ (رجسٹرڈ) کی جانب سے ایماین آرٹ پرنٹرز قاسم جان اسٹریٹ بلیماران دہلی ۱۱۰۰۰۶ میں برائے دعوت آفسیٹ پرنٹرز چھپوا کر دفتر "دعوت" ڈی ۳۱۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: پرواز رحمانی

اسسٹنٹ ایڈیٹر: شفیق الرحمٰن

سب ایڈیٹرس: محمد صبغۃ اللہ ندوی، عقیدت اللہ قاسمی، عمیر کوثی ندوی، اشرف علی بستوی

## ایم اے ایف اکیڈمی

اے ۴۳ سیکٹر ۶۲، نوئیڈا

فاؤنڈر: محمد ابوالفضل فاروقی

نرسری تا XI داخلے جاری

★ سی بی ایس ای سے منظور شدہ ★ سی بی ایس ای کورس
★ اعلیٰ تربیت یافتہ اسٹاف ★ بچے کی پروگریس پر ہروقت نظر
★ ہر طالب علم پر خصوصی توجہ ★ سیکشن میں صرف ۲۵ طلباء
★ ابتداء سے کمپیوٹر کی تعلیم ★ ہروقت بجلی کے لئے جنریٹر موجود
★ ضروری سامان سے آراستہ سائنس لیب
★ کمرہ روشن، ہوادار، تپش سے محفوظ ★ ۲۴ ہزار مربع گز کا وسیع رقبہ
★ صد فیصد نتائج ★ سیٹیں محدود ★ داخلہ فارم ویب سائٹ پر دستیاب
★ داخلے کیلئے بچے کا ہونہار ہونا کافی ★ ٹرانسپورٹ کے لئے محفوظ اور آرام دہ بسیں
★ ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور جدید ترین سہولتوں سے آراستہ نہایت خوشنما عمارت
صد فیصد رزلٹ کے ساتھ سبھی طالب علم فرسٹ ڈویژن ڈسٹنکشن (Distinction) کے ساتھ پاس ہوئے ہیں۔

اعلیٰ ترین سہولتوں کے باوجود فیس کفایتی

Phone: (0120) 2400522, 6545202
Fax:(0120)2400510
e-mail: info@mafacademy.com
Website: www.mafacademy.com

## قادری دواخانہ کی کامیاب ترین یونانی دوائیں

DIAL
033-2469-3173
033-2489-3539

گھٹیا کے درد میں؟

زعفرانی تیل

گیسٹک کے درد میں

قبض تروجن

بدہضمی، بھوک کی کمی، درد جگر، قبض، سینے کی جلن اور پیٹ کے جملہ امراض میں بہت ہی مفید ہے

Qadri Dawakhana
B-18, NAWAB WAJID ALI SHAH ROAD, KOLKATA - 24.
DISTRIBUTORS: DARYA BADI DAWAKHANA 393, E. R. Road, Pydhonie, Mumbai - 400 003 Ph: 022-2341-1957
RELAX ENTERPRISES 3416, Bahishti Wada, No 1, Dhule, - 424 001 Ph: 02562-236952

UNIQUE CREATIONS
Specialist in Unipole & Structure Hordings
#4, Building No.29/35, 1st Main, Opp. Masjid-e-Husna, S.R.K. Garden, Jayanagar East, Bangalore-41
E-mail: uniquecreations2008@gmail.com

طاقت سے بھرپور بخشی کا صحت بخش ٹانک

## شربت اکسیر

جسمانی کمزوری دور کرنے میں بے مثال

ایس اے بی بخشی کمپنی
۳۲ مولانا شوکت علی اسٹریٹ (کولوٹولہ) کولکاتا - ۷۳
Phones: 033-22373039, 033-22377646

دہلی اسٹاکسٹ: ☆ جگمگ اسٹور نیو ورائٹی اسٹور، لال کنواں (نزد ہمدرد) دہلی

## ترجمۂ قرآن مجید
مع مختصر حواشی

مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبولِ عام شستہ، شگفتہ، بامحاورہ اور عام فہم زبان میں اپنی نوعیت کا منفرد اور عدیم المثال ترجمہ قرآن۔ کسی بھی قسم کی الجھن اور پیچیدگی کے بغیر مفاہیم قرآنی تک قاری کی رہنمائی کرنے والا بے مثل وبے نظیر ترجمہ قرآن، تین زبانوں اور مختلف سائزوں میں:

| | | |
|---|---|---|
| **اُردو** | | |
| ● سائز: ۲۰x۳۰/۸ | ● صفحات: ۸۸۸ | ہدیہ: Rs.280/- |
| ● سائز: ۲۳x۳۶/۱۶ | ● صفحات: ۱۵۷۶ | ہدیہ: Rs.290/- |
| ● سائز: ۲۳x۳۶/۳۲ | ● صفحات: ۱۵۷۶ | ہدیہ: Rs.140/- |
| **ہندی** | | |
| ● سائز: ۲۰x۳۰/۸ | ● صفحات: ۱۲۴۰ | ہدیہ: Rs.400/- |
| **انگریزی** | | |
| ● سائز: ۲۰x۳۶/۸ | ● صفحات: ۱۴۰۸ | ہدیہ: Rs.430/- |
| ● سائز: ۲۳x۳۶/۳۲ | ● صفحات: ۱۴۰۸ | ہدیہ: Rs.200 |

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔ ۲۵
Post Box. 9752, Jamia Nagar, New Delhi-110 025
Phones:26971652,26954341, Fax:26947858
E-mail: mmipublishers@gmail.com Website: www. mmipublishers.net

## مئو کا بنا تیز اثر دار افضلس نورانی تیل

لیبل وکیپ پر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیں

بدن کے ہر قسم کے درد، زخم، چوٹ ورم، سردی کے امراض نیز بچوں کی بہت سی بیماریوں مثلاً حلقہ، خناق، کھانسی، نزلہ، وزکام وغیرہ میں مجرب ومفید ہے

INDIAN CHEMICAL CO. NEW CHEMICAL CO.
Mau Nath Bhanjan-Mau-275101 (U.P.)

حکومت سے منظور شدہ ایکسپورٹ ہاؤس
سپر ٹینری لمیٹڈ

● برنشڈ بف کاف ● فیشن ایبل لیدرز ● اَنل پُل اَپ ● انڈسٹریل سیفٹی بوٹ لیدرز ● نو بک ● واٹر پروف لیدرز ● گارمنٹ نپا ● شو اینڈ بوٹ اَپرز

SUPER TANNERY LIMITED
(A Government Recognised Export House)
187/170, JAJMAU ROAD, KANPUR-208010 (INDIA)
Tel:+91-512-2460137,2465362,2462138,2461079
Fax:+91-512-2460792,2462227,
Email:supertannery@satyam.net.in
Website:www.supertannery.org